ہفت روزہ
ندائے خلافت
۲۹/ اگست ۱۹۹۴ء

☆ داعیٔ تحریک کے چوتھے خطبۂ خلافت کی پہلی قسط
☆ شمعِ خلافت کے پروانوں کے جوش و جذبے کا تہلکہ خیز مظاہرہ
☆ یہ مجاہدینِ حریت "ملاّں" ہی تو تھے!

حدیثِ امروز

'ہیں تو بھائی وہ ہمارے ہی' مگر ہم کیا ہیں؟'
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہیں!

اقبالؔ کے شعر میں تصرف پر معذرت تو واجب ہے لیکن کیا کریں اس جسارت کے بغیر بات بنتی بھی نہیں تھی۔ لندن کے اخبارات سے خبروں اور اداریوں کے تراشے میز پر سامنے بکھرے پڑے ہیں جو چیخ چیخ کر پکارتے ہیں کہ حزب التحریر کے نوجوانوں کے خون کی گرمی اور جذبوں کی حدت نے یورپ کی سہانی اور زمہریری فضا میں وہ حبس پیدا کر دیا کہ اپنی تہذیب کی برتری کے نشے میں بدمست تثلیث کے پجاریوں کا دم گھٹنے لگا ہے' نیو ورلڈ آرڈر اپنی تمام تر بالادستی و سرخوشی کے باوصف پسینے میں نہا گیا اور نیم پاگل ہاتھی یعنی امریکہ کا مہاوت اسرائیل بھی ایک بار تو تیورا کر رہ گیا ہے۔ اور یہ سب کچھ محض عزم و ارادے کی پختگی اور کچھ کر گزرنے کی آرزو کے بل پر ہوا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان عرب نوجوانوں میں منزل کے لئے تڑپ تو پیدا ہو گئی ہے' اس راہ سے وہ بے چارے تاحال نابلد ہیں جو انہیں منزل کی آسودگی سے شاد کام کر سکے تاہم یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ جذبۂ عشق سلامت ہے تو ان شاء اللہ' کچے دھاگے سے بندھے آئیں گے منزل کے نشاں۔ داعیٔ تحریکِ خلافت ڈاکٹر اسرار احمد نے انہیں بھی اس سَواء السبیل' صاف سیدھے راستے کے مراحل سے آگاہ کر تو دیا ہے جن سے گزرے بغیر منزل کا سراغ نہیں مل سکتا' وہی راستہ جسے طے کر کے ہی قدسیوں کی ایک جماعت نے محمد رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں انسانیت کو نشاطِ منزل سے ہمکنار کیا تھا۔ وہ مبارک نقوشِ قدم نشاناتِ راہ کا کام دینے کے لئے تاریخ و سیرت کی لوح پر محفوظ بھی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ اس لائحۂ عمل کو سمجھنے اور پھر قبول کرنے میں انہیں وقت لگے گا۔ پھر یہ نوجوان وہ غریب الوطن عرب ہیں جنہیں اپنے ملکوں میں دَم تک مارنے کی اجازت نہیں' آزادیٔ تحریر و تقریر اور اظہارِ رائے کے مواقع کی دستیابی تو بہت دور کی بات ہے۔ دیارِ عرب میں مطلق العنان بادشاہت ہے یا پھر جابر و قاہر آمریت' وہاں جمہوریت کا کوئی جھوٹ موٹ کا یا نمائشی لیبل بھی کسی حکومت پر چسپاں نہیں۔ چنانچہ احیائے خلافت کی تحریک چلانے کے لئے انہیں اپنے گھروں کو خیرباد کہہ کر یورپ اور امریکہ میں پناہ لینی پڑی ہے۔

اب ذرا اپنا حال دیکھئے۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی' لیکن پھر وہی مجبوری کہ لب پہ آئی بات لکھے بغیر چین بھی نہیں آئے گا۔ رکھیو غالبؔ مجھے اس تلخ نوائی پہ معاف' آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے۔ اللہ کے اس بندے' ڈاکٹر اسرار احمد نے احیائے خلافت کی انقلابی جد و جہد کا لائحۂ عمل ہجے تک کر کے ہمیں سمجھا بلکہ اس حد تک رَٹوا دیا ہے کہ طوطوں پر بھی اتنی محنت کی جاتی تو یہی ایک بات اب تک ان کی رَٹ بن چکی ہوتی۔ ذوق کی ہر نوع' قلب و ذہن کی ہر سطح اور ہمت و حوصلے کا ہر ظرف رکھنے والوں کے لئے قافلے ترتیب دے دیئے ہیں۔ لاہور میں مرکزی انجمن اور متعدد بڑے شہروں میں انجمن ہائے خدام القرآن ہیں' تنظیمِ اسلامی نام کی ایک انقلابی جماعت ہے اور تحریکِ خلافت پاکستان کے عنوان سے ایک

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

قیمت ٦ روپے

فیصل آباد میں تحریکِ خلافت کی ریلی

وقائع نگار

۱۱/اگست کو تنظیم اسلامی و تحریک خلافت فیصل آباد کے زیر اہتمام ایک ریلی منعقد ہوئی۔ شرکاء سہ پہر چار بجے مقامی دفتر میں جمع ہوئے۔ سب سے پہلے نماز عصر باجماعت ادا کی گئی۔ بعد میں ناظم تحریک فیصل آباد ڈویژن ملک احسان الٰہی صاحب نے اپنی تعارفی گفتگو میں اس پروگرام کے انعقاد کا مقصد واضح کیا اور ساتھ ہی شرکاء کو ریلی کی ترتیب اور نظم کے متعلق تفصیلی ہدایات دیں۔ آخر پر ناظم حلقہ تنظیم اسلامی پنجاب غربی محترم محمد رشید عمر صاحب نے فرمایا کہ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم اس وقت نہی عن المنکر باللسان کا فریضہ ادا کرنے جا رہے ہیں۔ ہمارے پیش نظر کوئی دنیوی غرض نہیں ہے۔ یہ انبیاء کرام کا کام ہے لہٰذا اس پر ہمیں فخر محسوس ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ کام کرتے ہوئے قطعاً شرمانے اور جھجکنے کی ـــ ضرورت نہیں۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ کا راستہ ہے۔ اس راستہ میں موت بھی شہادت ہوگی۔

قائدین کی اس تمہیدی گفتگو کے بعد شرکاء نے ٹی بورڈ لے کر صف بندی کی۔ اس ریلی کے آگے ایک موٹر سائیکل بطور گائیڈ تھا' اس کے بعد تنظیم اسلامی کی وین جس پر لاؤڈ سپیکر نصب تھا۔ اس لاؤڈ سپیکر کے ذریعے ملک احسان الٰہی صاحب خلافت کا پیغام عام کر رہے تھے۔ چار رفقاء کو بطور سپروائزر قطار کے دونوں طرف بیس بیس گز کے فاصلہ پر متعین کیا گیا۔ ان رفقاء کے ذمے ریلی کی نگرانی کے علاوہ تحریک خلافت کا لٹریچر تقسیم کرنا بھی تھا۔ اس ریلی کے دوران "تحریک خلافت کا پیغام" کے عنوان سے اس موقع کی مناسبت سے شائع کرایا گیا دو ورقہ بھی وسیع پیمانے پر تقسیم کیا گیا۔

چار بج کر پچیس منٹ پر ناظم تحریک نے مارچ شروع کرنے کا اعلان کر دیا۔ یوں یہ قافلہ پورے نظم و ضبط کے ساتھ فیصل آباد کی معروف شاہراہ ریلوے روڈ پر پہنچا۔ سڑک کے دو رویہ دکانوں میں موجود گاہک اور دکاندار مشغولیت چھوڑ کر ریلی کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اکثر لوگ دکانوں کے سامنے کھڑے ہو کر ٹی بورڈز پر مختلف تحریک خلافت کے پیغام کی آئینہ دار عبارات کو شوق سے پڑھنے لگے۔ اس پرامن ریلی کے دوران کسی کو توڑ پھوڑ کے ڈر سے دکانیں بند کرنے کا احساس تک بھی نہیں ہوا۔ یقیناً ریلی کے ضمن میں تنظیم و تحریک کی اعلیٰ قیادت کا پرامن رہنے کا فیصلہ لوگوں کے دل جیتنے میں کامیاب ہو رہا ہے۔

جب ریلی کچہری بازار کے مشہور اور پررونق چوک پر پہنچی تو پروگرام کے مطابق تنظیم اسلامی فیصل آباد کے امیر میاں محمد اسلم صاحب نے خطاب فرمایا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں حصول پاکستان کے مقاصد اور اللہ سے کئے گئے وعدہ کی روگردانی کا ذکر کیا۔

(باقی اندرونی سرورق کے دوسری جانب)

تحریک خلافت پاکستان حلقہ آزاد کشمیر میں ضلعی و بنیادی خلافت کمیٹیاں تشکیل دے دی گئی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ضلعی خلافت کمیٹیاں

(۱) ضلع مظفر آباد

محمد اختر قریشی	ناظم
عبدالقیوم قریشی	نائب ناظم
طارق مسعود کیانی	سیکرٹری
نور اکبر اعوان	سیکرٹری مالیات
ایاز بشیر شیخ	سیکرٹری نشرواشاعت

(۲) ضلع باغ

شبیر احمد اعوان	ناظم
حافظ محمد اکبر	نائب ناظم
راجہ تاج افسر خان	سیکرٹری
نذیر احمد اعوان	سیکرٹری مالیات
نزاکت حسین کیانی	سیکرٹری نشرواشاعت

(۳) ضلع میرپور

سید محمد آزاد	ناظم
غلام سلطان	نائب ناظم
امتیاز احمد	سیکرٹری
عطاء الرحمٰن صدیقی	سیکرٹری مالیات
قاری شبیر احمد سلفی	سیکرٹری نشرواشاعت

بنیادی خلافت کمیٹیاں

(۱) یونین کونسل رنگلہ ضلع باغ

راجہ محمد داد خان	ناظم
راجہ محمد حنیف خان	سیکرٹری
راجہ محمد رستم خان	سیکرٹری مالیات

(۲) یونین کونسل دھیرکوٹ' باغ

راجہ خان افسر خان	ناظم
راجہ ظہور حسین خان	سیکرٹری
راجہ ملوک خان	سیکرٹری مالیات

(۳) یونین کونسل کٹیکر' مظفر آباد

حافظ سید عبدالمجید شاہ	ناظم
راجہ محمد آزاد خان	سیکرٹری
چوہدری عبدالقیوم	سیکرٹری مالیات

(۴) یونین کونسل کومی کوٹ

راجہ عبدالمجید خان (نورپور نکراں)	ناظم
راجہ ظفر اقبال خان (نورپور نکراں)	سیکرٹری
راجہ عبدالقیوم خان (جیسوا بازار)	سیکرٹری مالیات

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد ۳ شمارہ ۳۳

۲۹/ اگست ۱۹۹۴ء

16

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تحریکِ خلافت پاکستان
۴ اے مزنگ روڈ۔ لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

قیمت فی پرچہ: -/۶ روپے
سالانہ زر تعاون (اندرون پاکستان) -/۱۲۵ روپے

زر تعاون برائے بیرون پاکستان
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ---- ۱۲ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش ---- ۱۰ " "
افریقہ، ایشیا، یورپ ---- ۱۶ " "
شمالی امریکہ، آسٹریلیا ---- ۲۰ " "

خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبتِ زاغ

جسٹس ریٹائرڈ سینیٹر ڈاکٹر جاوید اقبال کے احترام کے لئے ایک ہی حوالہ کافی ہے' وہ مصورِ پاکستان اور قافلہ ملت کے حدی خواں علامہ اقبال کے صاحبزادے ہیں جن کا شمار ہم بیسویں صدی کے مجددینِ امت میں کرتے ہیں۔ علامہ مرحوم و مغفور مولوی تھے نہ مولانا لیکن انہیں بجاطور پر مفکرِ اسلام قرار دیا جاتا ہے اور اللہ اور اس کے آخری رسولؐ سے ان کی محبت نے عشق کی آخری منزلیں طے کر لی تھیں۔ اقبال وہ شاہین ہیں جن کی بلند پروازی سے انجم سہمے جاتے تھے لیکن افسوس کہ ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنے محترم والد کی تمناؤں اور آرزوں کا خون کر دیا۔ "خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبت زاغ"۔۔۔ اقبال نے لندن میں زیرِ تعلیم جاوید کو لکھا تھا۔

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر
اٹھا نہ شیشہ گران فرنگ کے احساں
سفال ہند سے مینا و جام پیدا کر

کہاں تو پدر کی وہ خواہش کہ اس کا پسر شیشہ گران فرنگ کا احسان بھی نہ اٹھائے اور کہاں یہ حالت کہ وہ خرمن فرنگ کا خوشہ چیں بن کر رہ گیا اور مضامین نو کے انبار لگاتا ہے۔ ان کے فرمودات گاہے گاہے اخبارات کی زینت بنتے اور مولوی ملاؤں کی مذمت اور فتووں کا ہدف بنتے ہیں۔ آج ہم بھی ان کی تازہ گہرافشانی پر زبان کھولنے پر مجبور ہو گئے ہیں جس کے لئے ہمیں سینے پر پتھر رکھنا پڑا۔ ان سے پیشگی معذرت کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ اک ہوک سی دل سے اٹھتی ہے کہ کاش ہمیں یہ گستاخانہ طرزِ گفتگو اختیار کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

روزنامہ جنگ لاہور نے ۱۴/ اگست کو رپورٹ دی ہے کہ "سینٹ کے رکن جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال نے کہا ہے ہمارے سیاست دان سمجھوتہ بازی کے عادی نہیں۔ متشدد مذہبیت کے فروغ نے عوام پر خوف طاری کر دیا ہے۔ مذہبی تشدد اتنا ہی خطرناک ہے جتنا کہ جھوٹا سیکولرازم۔ قائداعظم منافقانہ نہیں حقیقی سیکولرازم چاہتے تھے۔ حکمران نجانے کیوں ۳ فیصد آبادی کے نمائندے "مولوی" سے اتنا ڈرتے ہیں حالانکہ قائداعظم نے جن تین چیزوں سے محتاط رہنے کا کہا تھا ان میں برطانوی سامراج ہندو بالادستی اور تیسرے "مولوی" تھے۔ انہوں نے کہا پاکستان میں تمام شہریوں کو برابر کے حقوق دینا ہوں گے ورنہ یہ پاکستان سے غداری ہے۔ قائداعظم نے جداگانہ طرز انتخاب کو ملک کے لئے نقصان دہ قرار دیا تھا۔ جوائنٹ ایکشن کمیٹی کے زیرِ اہتمام ۱۴ اگست کے سلسلے میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا سیاست دان اقتدار کے لئے موقع پرستی کا شکار ہو چکے ہیں سینٹ میں مولوی سمیع الحق کے پیش کردہ شریعت بل کی حکومتی ارکان نے مخالفت کی لیکن محرک کے بڑے بڑے ساتھی بھی رائے شماری سے قبل آہستہ آہستہ ایوان سے کھسکنے لگے دیگر جغادری سیاست دانوں نے رائے کا اظہار نہیں کیا میں اکیلا بیوقوف تھا جو اپوزیشن میں ہوتے ہوئے بھی بل کی مخالفت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ انہوں نے کہا ملک کی تاریخ گواہ ہے کہ ہر الیکشن میں عوام نے مذہبی سیاسی جماعتوں کو مسترد کیا لیکن پھر بھی بڑی سیاسی پارٹیاں ان مولویوں سے کمپرومائز کر لیتی ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں مولویوں کو مغربی پاکستان میں ۳ سیٹیں ملیں۔ اس کے باوجود ۱۹۷۳ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ یہ بڑی زیادتی تھی۔ کس کے کہنے پر ایسا کیا گیا حالانکہ قائداعظم کے وزیرِ خارجہ وزیرِ قانون غیر مسلم تھے۔ انہوں نے کہا آج ملک میں سیاسی محاذ آرائی عروج پر ہے اگر متشدد مذہبیت کو مزید فروغ دیا گیا تو ملک کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ ہمیں جناح ازم کی طرف واپس جانا ہو گا۔ انہوں نے کہا سیکولرازم کے نام نہاد علمبردار بھارت امریکہ اور یورپ میں بھی اس کی آڑ میں مذہب کا استعمال کیا جاتا ہے۔"

اس کے بعد بعض دوسرے "دانشوروں" کے "اقوالِ زریں" نقل کرنے کے بعد اسی رپورٹ میں اضافہ کیا گیا کہ "وائس آف جرمنی کو ایک انٹرویو میں سینٹر جاوید اقبال نے کہا قائداعظم محمد علی جناحؒ نے پاکستان کے بارے میں جس اسلامی ریاست کا تصور

پیش کیا تھا وہ اس قسم کا نہیں تھا جیسا ہمارا ملا پیش کرتا ہے یعنی یہ مملکت نہ تو سنی اور نہ ہی شیعہ اسلام کی بنیاد پر قائم ہوئی ہے۔ فرقہ واریت کے رجحان میں اضافے کے سوال پر وائس آف جرمنی کو انٹرویو دیتے ہوئے سینٹر جاوید اقبال نے کہ یہ رویہ ملک کے لئے خطرناک ہے۔ سینٹر جاوید اقبال نے کہا ہمارے سیاست دانوں نے ایک خاص سطح پر اس قسم کی تشدد پسند مذہبی جماعتوں کو خود اکسایا ہے انہوں نے مثال دی کہ جب خواجہ ناظم الدین کی حکومت کو گرانا مقصود تھا تو پنجاب میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی گئی اور اسی طرح ذوالفقار علی بھٹو کے زمانے میں نظام مصطفیٰ ؐ کی تحریک چلی تو انہوں نے سب سے پہلے بھٹو صاحب سے قادیانی جماعت کو غیر مسلم قرار دلوایا پھر اس کے باوجود کہ انہوں نے جمعہ کی چھٹی کی ریس کو بند کیا شراب کو بند کیا یعنی جو اسلامائزیشن بھٹو صاحب نے کی تو نظام مصطفیٰ ؐ کے حامیوں نے اس کو بھی اسلام نہیں سمجھا بلکہ وہ تو بھٹو کا سر چاہتے تھے اور اس کے بعد جب ضیاء الحق کا دور آیا تو انہوں نے یقیناً اسلام کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ انہوں نے کہا متشدد مذہبیت صرف اقلیتوں کا مسئلہ نہیں بلکہ مسلمانوں کے فرقے بھی ایک دوسرے سے خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں"۔

ڈاکٹر جاوید اقبال کی معدودے چند ہی باتوں میں جھوٹ کپٹ کی اتنی بڑی مقدار کی آمیزش دیکھ کر ہمیں مشرق کے عبقری شاعر کا اپنے بیٹے کے نام ایک اور پیغام یاد آنے لگا ہے کہ۔

جس گھر کا مگر چراغ ہے تو
ہے اس کا مزاج عارفانہ

ان کے یہ فرمودات معرفت کی باتیں نہیں بلکہ اس حادثے کی روداد ہیں کہ "اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"۔ ڈاکٹر صاحب کے دعووں اور طعنے مشنوں پر تو کچھ کہنا لاحاصل ہے۔ پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر لیکن ہمارا کلام نرم و نازک ان پر کیا اثر کرے گا جن کی "فرنگیانہ تعلیم" نے انہیں "لاالہ" کے جوہر سے محروم کر دیا تاہم بعض سوالات ضرور زبان پر آتے ہیں جن کا جواب اگر وہ نہ دیں تو آج یقیناً کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا مگر کیا تاریخ بھی انہیں معاف کر دے گی' ہرگز نہیں!۔

پہلا سوال یہ ہے کہ ان خیالات عالیہ کا اظہار کرتے ہوئے وہ ملک میں موجود دو دھڑوں میں سے کس کی نمائندگی فرما رہے ہیں' اس مسلم لیگ کی جس نے انہیں اپنے ٹکٹ سے "نواز" کر سینٹ میں پہنچایا ہے یا ہوش و خرد سے عاری پیپلز پارٹی کی جس کی شان کریمی نے ان کی لائق فائق بیگم صاحبہ (اور علامہ اقبال کی بہو) کو موتی سمجھ کے چن لیا اور عدالت عالیہ میں ایڈیشنل جج کی کرسی پر لا بٹھایا ہے؟ اور ضمنی استفسار یہ کہ مسلم لیگ (ن) نے ہر دو بیانات پر ان سے کوئی جواب طلبی بھی کی ہے یا نہیں؟

دوسرا سوال یہ کہ انہوں نے اس ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں عدالت عالیہ میں بطور ایک جج تقرری کیوں قبول کی (جہاں سے وہ ترقی کی منزلیں مارتے بطور چیف جسٹس ریٹائر ہوئے) جس نے اپنی سیاسی مصلحت کے تحت اور قائداعظم کی منشاء کے خلاف پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانے کے بجائے (دستور کے الفاظ کی منشاء کی حد تک) ایک اسلامی ریاست بنا چھوڑا بلکہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا "جرم عظیم" بھی جس سے سرزد ہوا؟ اور اس کا بھی ضمنی سوال یہ کہ انہوں نے اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف وہ حلف کیوں لیا جس میں ایک "ناواجب" دستور سے وفاداری کی شرط اہم ترین تھی اور ان قوانین کے تحت فیصلے کیوں کئے جو ان کے نزدیک ملاؤں کی حقیر اقلیت سے سمجھوتوں کے نتیجے میں بنائے گئے تھے؟۔

اور آخری سوال اس مفروضے پر مبنی ہے کہ "تازہ حقائق" ان پر شاید اب آ کر منکشف ہوئے ہیں۔ تو کیا اب بھی یہ ضروری نہیں ہوا کہ وہ سینٹ کی رکنیت سے فوراً مستعفی ہو جائیں کیونکہ جو حلف انہوں نے ایوان بالا میں داخل ہوتے ہوئے لیا' اس کا انہوں نے اپنے خیالات پر ایمان و یقین کا اظہار کر کے مکمل ابطال کر دیا ہے؟۔

سینٹ کی یہ "دو نکیاں" کی ممبری' بیگم صاحبہ کا منصب جلیلہ اور ان دونوں سے ملحق سہولتیں اور معاوضے اس رزق کا حصہ ہیں جس سے "طائر لاہوتی" کی پرواز میں کوتاہی آتی ہے بلکہ آپ کو تو اپنے والد گرامی کی خاص اپنے نام یہ نصیحت بھی زبانی یاد ہو گی کہ۔

مرا طریق امیری نہیں' فقیری ہے
خودی نہ بیچ' غریبی میں نام پیدا کر

اور ہم نے لوہا اتارا...

ہمارے گزشتہ شمارے پر ۱۵ اگست کی تاریخ درج تھی اور رسم دنیا نبھاتے ہوئے ہمیں اس میں اپنے قارئین کو آزادی کی ۴۸ ویں سالگرہ پر مبارک باد پیش کرنی چاہئے تھی جو نہ پیش کی گئی تو اس کی وجہ نسیان نہیں بلکہ ہمارا یہ ایقان ہے کہ قوم اس موقع پر تہنیت کی نہیں' تعزیت کی مستحق تھی' احساس زیاں کی اس مرگ ناگہانی پر اظہار ہمدردی کی طالب تھی جسے بجا طور پر متاع کارواں قرار دیا جاتا ہے۔ اس یقین میں کسی شک شبہ کی گنجائش تھی تو وہ "جشن آزادی" کی تقریبات کے دور دور سے نظارے نے یکسر ختم کر دی ہے۔ اس آزادی کا جشن مناتے ہوئے جو ہمیں حاصل ہی نہیں' قوم کو کھلونوں سے بہلا کر سنگین حقائق کی طرف سے آنکھیں بند رکھنے کی جو کوشش کی گئی اس کے بھونڈے پن پر صرف ہم نے آنسو نہیں بہائے' آسمان بھی کھل کر رویا دارالحکومت اسلام آباد کی وہ شاندار تقریب یعنی ثقافتی ریلی اسی سیلاب گریہ میں بہہ گئی جس پر کم سے کم سولہ کروڑ روپے نقد اور سول و ملٹری انتظامیہ کی بیش بہا و بے حساب تگ و دو کی سرمایہ کاری ہوئی تھی۔

اب یہ اعتراف کرنا بھی ہماری مجبوری ہے کہ ٹی وی سے پرہیز میں یوم آزادی کی شام کو ہم سے بے احتیاطی ہوئی۔ اصل میں عبرت آموزی کی اس خوراک کو ہم نے "ویکسین" سمجھتے ہوئے مفید جانا تھا۔ کیا خبر تھی کہ رونگٹے کھڑے کر دینے والے مناظر و مکالمات اعصاب کے دشمن ہی بن جائیں گے۔ "کمپیئروں" کا جو طائفہ ہمارے ٹی وی کا سرمایہ افتخار ہے' اس کے ایک مایہ ناز رکن انور مقصود نے جب یہ کہا کہ اب آپ کے سامنے وہ شخصیت آئے گی جس کا "لوہا" پاکستان میں ہی نہیں پوری دنیا میں مانا جاتا ہے (اور لفظ "لوہا" کو ایک ادائے دلبرانہ سے خوب کھینچا بھی) تشریف لاتے ہیں عارف لوہار ------ تو ہم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ ان آیات قرآنی میں سے ایک آیت کے درمیانی حصے نے دماغ پر ہتھوڑے چلانے شروع کر دئے جو اگر کسی پہاڑ پر نازل ہوتیں تو وہ بھی خشیت الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتے --- وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس ولیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ بالغیب (۲۵ : ۵۷) ---- اور لوہا (بھی) اتارا جس میں بڑی قوت ہے اور لوگوں کے لئے فائدے (بھی) تاکہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون (اللہ کو) بے دیکھے (اس لوہے کو استعمال کر کے) اللہ اور اس کے رسول ؐ کی مدد کرتا ہے ---- لوہے سے چمٹا پھکنی اور توا پرات بھی بنتے ہیں' اتفاق فونڈریز میں وہ سکریپ بن کر پگھلتا اور بیش قیمت مشینری کی شکل میں ڈھل کر مثالی "منافع" بھی دیتا ہے لیکن

اس کو پیدا کرنے سے خالق حقیقی کی اصل غرض توپ و تفنگ میں اس کا استعمال تھا تاکہ غلبہ دین کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا قلع قمع کیا جاسکے اور شمشیر و سناں میں لگا کر اسے اللہ کے رسول ﷺ کے مشن کی تکمیل کا ذریعہ بنایا جائے۔ اس لوہے کو ہم نے چمٹے کی صورت میں عارف لوہار کے ہاتھ میں دے کر اس کی "جگنی" کا ساز بنا دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

وزیر اعظم صاحب کے دست حنائی میں کبھی کبھی ۳۳ دانوں کی جو قیمتی اور "فیشنی" تسبیح مچلتی نظر آتی ہے' اس کا کم از کم اتنا استعمال تو وہ ہماری درخواست پر کر ہی لیں کہ ایک ورد مفکر پاکستان کے اس شعر کا تنہائی کے کسی لمحے مکمل کرکے اس کے اثرات پر بھی غور فرمالیں۔

آ تجھ کو بتاتا ہوں' تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول' طاؤس و رباب آخر

پاکستان' تائیوان کے نقش قدم پر؟

پچھلے دنوں یکے بعد دیگرے دو تصاویر اخبارات کی زینت بنیں۔ دونوں کا تعلق تائیوان کے ایوان نمائندگان سے تھا۔ پہلے دیکھا کہ اسمبلی کی خاتون اراکین اجلاس کے دوران گتھم گتھا ہیں اور ایک دوسرے کے بال نوچ رہی ہیں اور دوسری تصویر میں مرد حضرت کو آستین چڑھائے ایک دوسرے کی طرف بڑھتے اور "شیر و شکر" ہوتے دکھایا گیا جبکہ ایک معزز رکن اسمبلی اس دھکا پیل کی تاب نہ لاکر فرش پر چاروں شانے چت پڑے تھے۔ یہ تصویریں دیکھ کر ڈھارس بندھی کہ ہماری اسمبلیوں (اور اب ان میں ایوان بالا یعنی سینٹ کا اضافہ بھی ہوگیا ہے) میں جو مناظر نظر نواز ہورہے ہیں' اخبارات میں ان کی رپورٹیں پڑھ کر ہم بلا وجہ پریشان ہوتے اور خود کو ذہنی طور پر ہلکان کرتے ہیں کیونکہ جمہوری تماشے میں بھی قوم تا حال تائیوان جیسے ننھے منے ملک تک سے پیچھے ہے۔ اس میدان میں بھی یاران تیز گام نے محمل کو جالیا اور ہم اب تک محو نالہ جرس کارواں رہے ہیں۔

لیکن اطمینان کی یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ شعور کی جو نعمت عطا کرکے خالق کائنات نے انسان کو دنیا میں بھیجا' وہی اس کے اطمینان و سکون کی دشمن ثابت ہوتی ہے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور عبرت پکڑنے کی مجبوری آدمی کو عمل پر کمربستہ نہ کرے تب بھی خوش فہمی کی عیاشی سے تو محروم کر ہی دیتی ہے۔ چنانچہ ہمیں سوچنا پڑا اور اب آپ کو بھی دعوت فکر دے رہے ہیں کہ پاکستان سے تائیوان کا کیا موازنہ اور یہ کہ ہمیں تائیوان کی تقلید زیب بھی دیتی ہے؟۔ تائیوان ایک ڈوبتا ہوا جزیرہ اور ایک ایسی "قوم" کا مسکن ہے جو آج نہیں تو کل حرف غلط کی طرح مٹ جانے والی ہے جبکہ پاکستان دنیا کے نقشے پر قائم رہنے کے لئے ابھرا اور وہ سوہنی دھرتی ہے جس کے حق میں ہم اللہ سے جنم جنم آباد رہنے کی دعا کرتے ہیں۔

کل تک تائیوان یو این او کی سلامتی کونسل کا مستقل ممبر اور ان پانچ چودھریوں میں سے ایک تھا جن کے پاس "ویٹو پاور" یعنی قوموں کی قسمت کے فیصلے کا اختیار ہے۔ آج اس کی کیا حیثیت ہے؟۔ زیادہ دیر نہیں گزری کہ سعودی عرب جیسے ہمارے لئے محترم اسلامی ملک اور متعدد دوسری چھوٹی عرب ریاستوں کے نزدیک چین صرف ایک تھا' تائیوان جسے وہ "الصین الوطنی" کہتے تھے اور اصل بڑا چین ان کے سیاسی جغرافیہ کے نقشے پر موجود ہی نہیں تھا۔ اب انہیں بھی کم از کم عملی طور پر تسلیم کرنا پڑ گیا ہے کہ چینیوں کا اصل وطن تائیوان کا وہ چھوٹا سا جزیرہ نہیں جس کی شکل بھی ایک ایسے اڑتے ہوئے غبارے کی سی ہے جس کی ہوا سرک رہی ہو بلکہ شرقاً غرباً پھیلا ہوا وہ عظیم ملک ہے جس کے وسیع و عریض دامن میں پہاڑوں سے باتیں کرتی چوٹیاں ہیں تو اللہ کے جمال کے مظہر سرسبز و شاداب میدان بھی اور بندگان صحرائی کے مسکن ریگزار بھی۔ چینیوں کی اصل پہچان چیانگ کائی شیک کی قائم کردہ بھگوڑوں کی پناہ گاہ نہیں بلکہ ماؤ اور چواین لائی کی محنت و کاوش کی مظہر وہ عظیم نظریاتی ریاست ہے جس میں دریائے یانگ ژی بہتا ہے اور جہاں چاند سے نظر آنے والی انسانی ہاتھوں کی بنائی ہوئی وہ واحد چیز پائی جاتی ہے جس کا نام دیوار چین ہے۔

بین الاقوامی برادری نے تسلیم کرلیا اور یو این او نے مان لیا ہے کہ اس ادارے کی چودھراہٹ میں شراکت کا حق تائیوان کو نہیں' ماؤ کے چین کو ہے اور اب دنیا کی واحد سپر پاور امریکہ بھی' اپنی سیاسی و اقتصادی مصلحتوں کے تحت ہی سہی' اسے اپنے ملک کے ساتھ تجارت میں ایم ایف این کا سٹیٹس یعنی سب سے زیادہ مراعات یافتہ قوم کی حیثیت دینے پر مجبور ہوگیا جبکہ تائیوان کو دھتا بتا دیا گیا ہے۔ ماؤ کا چین بھی رفتہ رفتہ اپنے نظریہ و طرز حیات سے رجوع کرکے اگرچہ اسی طرح نظریاتی ریاست کی بجائے ایک اقتصادی قوت بننے کی فکر میں ہے جیسے اشرف المخلوقات نے پیکر انسانیت کی بجائے معاشی حیوان بنا منظور کرلیا اور ننانوے کے پھیر میں پڑ گیا ہے مگر اس کے باوجود اصل چین' عظیم چین ہی رہے گا جبکہ فنا تائیوان کا مقدر ہے۔

۱۹۹۷ء میں ہانگ کانگ کی واپسی کے بعد سرزمین چین سے نو آبادیاتی نظام کی آخری نشانی بھی محو ہوجائے گی جس کے بعد تائیوان کی مصنوعی قومیت کب تک جسد ملت سے کٹی رہ سکے گی؟۔ برصغیر چین اور جزیرہ تائیوان کے درمیان حائل سمندر کی تنگ سی پٹی زیادہ دیر حد فاصل کا کام نہیں دے سکتی۔ گویا نہ تائیوان کا بطور ایک ملک کوئی مستقبل ہے اور نہ اس مصنوعی قومیت کا کھڑاگ زیادہ دیر چل سکتا ہے جسے ایک نہ ایک دن عظیم تر چین میں مدغم ہونا ہی ہے۔ تائیوان کو بہت سے بہت اپنی آزاد تجارت اور صنعتی ترقی کا کچھ غرہ ہوسکتا ہے لیکن اس کی چمک دمک بھی ہانگ کانگ کے مادر وطن کی آغوش میں آجانے اور شنگھائی کی بڑھتی رونق کے کچھ اور بڑھنے کے بعد ماند پڑ جائے گی۔ سو اے میرے عزیز ہم وطنو' ہمیں تائیوان کی تقلید کا سوچنے کی بجائے اس کے انجام سے عبرت پکڑنی چاہئے۔ تقلید ہی کرنی ہے تو کسی زندہ قوم کی کیجئے' ایک جاں بہ لب گروہ انسانی کی نہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں تو خود ایک قابل تقلید مثال بننا تھا' دنیا کی امامت کے منصب پر فائز ہونا تھا جو ہمارا حق ہے لیکن ہماری نالائقی کے باعث ہمارا وہ وطن مغرب کی آغوش یعنی قبضہ غاصبانہ میں چلا گیا ہے جسے اسلام کے اصول اخوت و حریت و مساوات کا ماڈل بن کر بھٹکی ہوئی درماندہ انسانیت کی رہنمائی کے لئے مینارۂ نور بن کر کھڑا ہونا تھا۔ OO

ڈاکٹر اسرار احمد
صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور و امیر تنظیم اسلامی
کے دروس و تقاریر کے دو مجموعے ■ اعلیٰ و دبیز کاغذ پر خوشنما طباعت کے ساتھ
رسول کامل
یعنی پاکستان ٹی وی سے نشر شدہ ۱۲ تقاریر کا مجموعہ اور
فرائض دینی اور اسوۂ رسول
سورۂ احزاب رکوع ۲-۳ کی روشنی میں

الہدیٰ

سورۃ البقرہ

(آیت ۱۹۸-۱۹۹)

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم تلاش کرو اپنے رب کا فضل '

(کہ حج کا اصل مقصد بلاشبہ عبادت ہی ہے اور اس اعتبار سے اس سفر میں بہترین زادِ راہ تو یقیناً تقویٰ ہی کا زادِ راہ ہے لیکن کوئی شخص اگر اس سفر سے کوئی چھوٹا موٹا تجارتی فائدہ بھی اٹھا لے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ تاہم یہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ حج کا عظیم اجتماع دورِ جاہلیت کی مانند محض ایک تجارتی میلے کی صورت اختیار کر لے اور نتیجتاً حج کی اصل روح سے توجہ یکسر ہٹ جائے اور اس کا اصل مقصد نگاہوں سے اوجھل ہو کر رہ جائے!)

پس جب تم عرفات سے چلو تو اللہ کو یاد کرو مشعرِ حرام کے نزدیک 'اور اسے اس طرح یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت کی ہے 'اور بلاشبہ اس سے پہلے تم گمراہوں میں تھے ○

(عرفات سے واپسی پر مشعرِ حرام یعنی مزدلفہ میں رات کا قیام اور وہاں اللہ کو یاد کرنا بھی مناسکِ حج میں شامل ہے۔ لیکن یہ اللہ کی یاد اس طور سے نہیں ہونی چاہئے جس طرح اسلام سے قبل کفار کا معمول تھا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ مزدلفہ میں جا بجا آگ جلا کر حلقے کی صورت میں بیٹھتے اور رات بھر قصیدہ خوانی اور داستان گوئی کی مجالس منعقد کیا کرتے۔ قرآن نے اللہ کی یاد کا جو طریقہ بتایا ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ صحیح صورت یہ ہے کہ اللہ کی یاد کے لئے تسبیح و تہلیل اور ذکر و عبادت کی راہ اپنائی جائے کہ اصلاً ان مقامات کی حاضری اسی مقصد کے لئے ہے!)

پھر تم بھی وہیں سے چلو جہاں سے سب لوگ چلیں اور اللہ سے گناہوں کی معافی مانگو' بے شک اللہ بخشنے والا' رحم فرمانے والا ہے ○

(کہ مناسکِ حج کے ضمن میں جو پابندیاں دوسروں پر ہیں وہی اہلِ مکہ کے لئے بھی ہیں۔ اس صراحت کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ قریشِ مکہ عرفات میں حاضری کو اپنے لئے کسرِ شان سمجھتے تھے کہ میدانِ عرفات حرم کی حدود سے باہر ہے۔ دیگر تمام حجاج عرفات تک پہنچتے اور پھر وہاں سے طواف کے لئے مکہ واپس آتے لیکن قریش کو مزدلفہ سے آگے جانا گوارا نہیں تھا۔ ان کی یہ تخصیص چونکہ بے بنیاد تھی لہٰذا اس غلط روایت کو توڑنے کی خاطر قریش کے لئے یہ دو ٹوک حکم نازل ہوا کہ تم بھی بیت اللہ کے طواف کے لئے وہیں سے لوٹو جہاں سے دوسرے لوگ لوٹتے ہیں اور اب تک اس معاملے میں تم سے جو تقصیر ہوتی رہی ہے اس پر ندامت و پشیمانی کے جذبات کے ساتھ پروردگار کے حضور گڑگڑاؤ۔ وہ بخشنے والا بھی ہے اور نہایت مہربان بھی!)

جوامع الکلم

اللہ تمہاری شکل و صورت اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا' بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔

(کہ کسی انسان کا صاحبِ ثروت ہونا یا خوش شکل ہونا اللہ کی نگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا کہ یہ سب چیزیں متاعِ دنیوی کے ذیل میں آتی ہیں کہ جن سے ہر انسان کو بغرضِ امتحان کم و بیش حصہ عطا ہوا ہے۔ اللہ کے نزدیک اصل اہمیت انسان کی قلبی و باطنی کیفیات اور اعمال و افعال کی ہے۔ انسان کا باطن اگر ایمان و یقین کے نور سے منور ہو اور اس کا عمل اگر اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہو تو فہو المطلوب!)

(صحیح مسلم بروایت حضرت ابو ہریرہؓ)

یہ مجاہدینِ حریت "ملاّ" ہی تو تھے!

ریشمی رومال تحریک یا برلن پلان کیا تھا؟

ایک ذمہ دار جرمن محقق کے انکشافات

لاہور (حامد میر) ریشمی رومال تحریک کا اصل نام "برلن پلان" تھا جو ۱۵/ اگست ۱۹۱۵ء کو کابل میں جرمنی اور ترکی کی مدد سے تیار کیا گیا۔ ہندوستان کی آزادی کے اس منصوبے کی تشکیل میں راجہ مہندر پرتاپ' مولانا برکت اللہ اور مولانا عبید اللہ سندھی نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ یہ انکشاف جرمنی کی وزارت خارجہ کے ایک سابق ڈپٹی سیکرٹری اور برلن یونیورسٹی میں سیاسیات کے استاد پروفیسر اولف شمل نے ایک خصوصی ملاقات میں کیا۔ پروفیسر اولف شمل آج کل پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے ہیں اور "برلن پلان" پر کتاب لکھ رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ گزشتہ سال جرمن وزارت خارجہ کا پرانا ریکارڈ دیکھ رہے تھے' جس میں سے انہیں برلن پلان کے بارے میں کچھ شواہد ملے لہٰذا انہوں نے اس پر تحقیق شروع کردی۔ انہوں نے بتایا کہ برلن پلان دراصل شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ذہن کی اختراع تھی۔ اس منصوبے کے تحت جرمنی' ترکی اور افغانستان کے علاوہ روس' چین اور جاپان کی مدد سے ہندوستان کو آزاد کروانا تھا تاہم مولانا محمود الحسن صرف جرمنی اور ترکی کے علاوہ افغانستان کے حکمرانوں کو راضی کرسکے۔ اس پلان کے لئے مالی امداد کراچی کے تاجر حاجی عبداللہ ہارون نے فراہم کی تھی جبکہ مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا محمد علی جوہر' حکیم اجمل خان اور نواب وقار الملک نے بھی برلن پلان کے تحت بہت سا کام کیا۔ پروفیسر اولف شمل کے مطابق ۱۵/ اگست ۱۹۱۵ء کو کابل میں ہونے والے اجلاس میں جرمن وزارت خارجہ کے ایک افسر ڈاکٹر منیر بے' جرمن آرمی کے کیپٹن سینڈر میئر' لیفٹیننٹ وان ہشنگ اور کیپٹن دیگز کے علاوہ ترکی کی خلافت عثمانیہ کا ایک نمائندہ شامل تھا۔ اس اجلاس میں طے پایا کہ جرمنی قبائلی علاقوں میں فوجی تربیت کے کیمپ بنائے گا۔ نیز افغانستان کے راستے سے ۶۰ ہزار جرمن فوجی اور مالی امداد بھی فراہم کی جائے گی۔ نتیجے میں سلطنت عثمانیہ نہ صرف جرمنی کی حمایت کرے گی بلکہ سلطان ترکی برطانیہ کے خلاف اعلان جہاد کردے گا۔ ترکی اور افغانستان کو یہ ضمانت دی گئی کہ ان کے خلاف جارحیت کی صورت میں جرمنی اور ہندوستان ان کا تحفظ کریں گے۔ اس اجلاس کے بعد ہندوستان کی جلاوطن حکومت تشکیل دی گئی جس کا صدر راجہ مہندر پرتاپ' وزیر اعظم مولانا برکت اللہ' وزیر خارجہ مولانا عبیداللہ سندھی اور فیلڈ مارشل مولانا محمود الحسن کو بنایا گیا۔ ۳ مئی ۱۹۱۶ء کو عبیداللہ سندھی نے عبدالباری اور شجاع اللہ کو حتمی معاملات طے کرنے کے لئے جرمنی بھیجا لیکن روس میں ان دونوں کو گرفتار کرکے برطانیہ کے حوالے کردیا گیا۔ اس دوران کابل کے نواحی علاقے باغ بابر میں جرمن آرمی کے لیفٹیننٹ والکاٹ نے تربیتی کیمپ قائم کرلیا۔ ایک روز وہ مجاہد بھرتی کرنے قبائلی علاقے میں آیا اور گرفتار ہوگیا۔ انگریزوں نے اسے گولی مار کر ہلاک کردیا۔ مولانا عبیداللہ سندھی نے ریشمی رومالوں پر خفیہ پیغامات لکھ کر اپنے ساتھیوں کو ہندوستان بھیجے لیکن یہ رومال پکڑے گئے اور منصوبہ بے نقاب ہوگیا۔ سینکڑوں افراد گرفتار ہوگئے۔ کابل کا حکمران امیر حبیب اللہ خوفزدہ ہوگیا اور یوں منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ ۱۹۱۷ء میں انقلاب روس کے بعد لینن نے مولانا عبیداللہ سندھی کو ماسکو بلایا اور ہندوستان کی آزادی کے لئے تعاون کی پیشکش کی۔ جرمنی نے بھی ایک دفعہ پھر رضامندی ظاہر کردی لیکن کابل نے مدد کرنے سے انکار کردیا۔ پروفیسر اولف شمل کے مطابق حاکم جدہ نے مولانا محمود الحسن کو گرفتار کروادیا تھا ورنہ یہ منصوبہ دوبارہ بھی شروع ہوسکتا تھا۔ ۱۹۳۳ء میں ہٹلر نے برسراقتدار آکر اپنی وزارت خارجہ کو حکم دیا کہ ہندوستانی علماء کے ساتھ دوبارہ رابطہ کیا جائے لیکن علامہ عنایت المشرقی کے علاوہ کسی سے رابطہ نہ ہوا۔ پروفیسر اولف شمل کا کہنا ہے کہ اگر کابل مدد کرتا تو نہ سلطنت عثمانیہ ختم ہوتی اور نہ ہی ہندوستانیوں کو مزید ۳۰ سال غلام رہنا پڑتا کیونکہ جرمنی' ترکی اور روس نے ہندوستان کو گھیرا ڈال لینا تھا۔ پروفیسر اولف گزشتہ روز سندھ کے شہر امروٹ روانہ ہوگئے۔

(بشکریہ روزنامہ پاکستان لاہور۔ ۱۴/ اگست ۱۹۹۴ء)

منہجِ انقلابِ نبوی ﷺ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اسلامی انقلاب کی

جدوجہد کے رہنما خطوط

ماہنامہ "میثاق" میں شائع شدہ

امیر تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کے گیارہ خطبات کا مجموعہ

اشاعتِ عام
قیمت: ۳۰/- روپے

اشاعتِ خاص
قیمت: ۶۰/- روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۳۶-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

داعیٔ تحریک کے چوتھے خطبۂ خلافت کی پہلی قسط

نظامِ خلافت برپا کیسے ہوگا؟

ہماری محنت بھی وہی رنگ لائے گی جو طریقِ محمدیؐ پر ہو

مرتبہ : نثار احمد ملک

خطبہ مسنونہ' ادعیہ ماثورہ اور موضوع سے متعلقہ آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا : آج کے خطبہ خلافت کا آغاز کرنے سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا لازمی سمجھتا ہوں کہ ہم خطبات خلافت کے تکمیلی مرحلے کو پہنچ گئے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ کل کائنات اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ بغیر اذن رب پتہ بھی جنبش نہیں کر سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ حالات سازگار اور موافق نہ بنادے تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اس موقع پر مجھے اکبر الہ آبادی مرحوم کے اشعار یاد آئے ہیں کہ

یہ عزم تیرا سعی سے دمساز ہو کیونکر
اسباب نہ ہوں جمع تو آغاز ہو کیونکر
اسباب کرے جمع خدا ہی کا ہے یہ کام
طالب ہو خدا سے تو دعا ہی کا ہے یہ کام

گزشتہ تین خطبات میں ہماری گفتگو علمی اور معلوماتی موضوعات پر ہوئی ہے۔ مثلاً نظام خلافت کیا ہے' اصلاً کیا تھا اور بیسویں صدی کے اواخر میں اس کی کیا صورت ہوگی' اس کے تحت ریاست کا دستوری و سیاسی ڈھانچہ کیا ہوگا' اس کے تحت معاشرے کی شکل کیا ہوگی' اقتصادی و معاشی نظام کے اصول ومبادی کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام موضوعات پر میں نے علمی انداز میں گفتگو کی ہے۔ ایک بات جو ان خطبات کے دوران سامنے آئی وہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صریح پیشینگوئی فرمائی ہے کہ قیامت سے قبل اس دنیا میں نظام خلافت علی منہاج النبوہ قائم ہوگا۔ اور یہ نظام خلافت عالمی سطح پر برپا ہوگا۔ یہ بات بھی بارہا دھرائی جاچکی ہے کہ اس کی خبر نبی اکرم ﷺ نے نہیں دی کہ کب قائم ہوگا لہٰذا اس کے بارے میں ہم کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ اللہ کے رسول ﷺ نے جو آثار اور علامات بیان فرمائی ہیں' ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ دور کی بات نہیں ہے۔ اب حالات ایک Fast moving drama کی طرح یکے بعد دیگرے منصہ شہود پر ظہور کر رہے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو بھی محض اس کی آیات سے ہی پہچان سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چھپا ہوا ہے لیکن اس کی خلاقیت تو نمایاں ہے۔

حق میری دسترس سے باہر ہے
حق کے آثار دیکھتا ہوں میں

اور

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از ماہتاب ماہی سب ہے ظہور تیرا

بالکل اسی طرح ہم حالات کا مشاہدہ کر کے ہی آنے والے واقعات کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

آج کا ہمارا موضوع یہ ہے کہ نظام خلافت کیسے برپا ہوگا؟ اس موضوع کا تعلق علمی سے زیادہ عملی ہے۔ اس ضمن میں میرا پہلا تاثر یہ ہے کہ یہ کام اتنا مشکل ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ نے اس کی صریح خبریں نہ دی ہوتیں تو ہم کبھی یقین نہ کرتے کہ یہ کام دوبارہ بھی ہو سکتا ہے! میرا یہ تاثر اس لئے بنا ہے کہ پوری تاریخ میں یہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہے! آپ اس کام کے مشکل ہونے کا اس بات سے اندازہ لگائیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے یہ کام کسی رسول کے ذریعہ بھی نہیں ہوا۔ اور آپ پر رسالت تو ختم ہو چکی ہے۔ اب قیامت تک کوئی رسول یا نبی نہیں آئے گا۔ ایک ایسا کام جو پہلے رسولوں کے ہاتھوں نہیں ہو سکا وہ اب امتیوں کے ہاتھوں کیسے ہو جائے گا۔ اس حوالے سے میں عرض کروں گا کہ ہمارے ہاں جو ایک نزاعی مسئلہ "امتناع نذیر" کا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ بھی اس پر قادر ہے کہ حضور ﷺ جیسا کوئی اور انسان پیدا کر سکے۔ اس علمی مسئلہ کو چھوڑتے ہوئے یہ بات ماننا پڑتی ہے کہ جو کام حضور ﷺ نے کیا ہے وہ کسی درجے میں "امتناع نذیر" سے کم نہیں ہے! یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی کہ جو کام تاریخ میں صرف ایک مرتبہ اور وہ بھی سید الانبیاء والمرسلین کے ہاتھوں ہوا ہے وہ دوبارہ امتیوں کے ہاتھوں ہو جائے گا۔ عقل یہ تسلیم کرنے کو اس لئے تیار نہیں کہ زمانے کا جو رخ ہے' انسان جس طرح مادہ پرستی میں غرق ہے اور یہی دنیا اس کا مطلوب و مقصود ہے تو یہ کٹھن منزل کیسے سر ہوگی؟ پوری انسانیت پر مادہ پرستانہ تہذیب کا غلبہ ہے۔ عالمی سطح پر اباحیت' عریانی اور فحاشی نے ایک آرٹ کی حیثیت اختیار کرلی ہے اور "کلچر" کے نام سے اس کا فروغ ہو رہا ہے۔ یہ پوری دنیا کا رخ ہے جبکہ اسلام بالکل دوسرے رخ پر جانا چاہتا ہے۔ لہٰذا یہ کوئی آسان کام ہرگز نہیں ہے۔

یہ بات میں نے اس سے پہلے بھی کہی ہے کہ ہمارے ہاں یہ دفعہ کہ "کوئی قانون سازی قرآن و سنت کے منافی نہیں کی جائے گی" آج تک نہیں آسکی۔ قرارداد مقاصد کو منظور ہوئے ۴۳ سال ہو گئے ہیں لیکن اگلا قدم نہیں اٹھایا جاسکا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ زمانے کا بہاؤ بالکل دوسرے رخ پر ہے جبکہ اسلام بالکل دوسرے رخ پر لے جانا چاہتا ہے۔ جاگیرداری کا خاتمہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ تو گویا شیر کے منہ سے نوالہ نکالنے کے مترادف ہے۔ وہ طبقہ جسے مراعات حاصل ہیں اور اس کی خدائی نافذ ہے' اس سے خدائی چھین لینا آسان کام نہیں ہے۔ لیکن یہ مشکل کام دوبارہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس کی خبر دی ہے محمد رسول اللہ ﷺ نے جو الصادق والمصدوق ہیں۔

اس تمہید کے بعد اب میں براہ راست آج کے خطبہ خلافت کے موضوع کی طرف آتا ہوں۔ آج کے موضوع پر گفتگو کے لئے میں اپنا اسلوب بدل رہا ہوں۔ میں اپنی بات "نفی و اثبات" کے اسلوب میں بیان کروں گا۔ یہ بہت ہی معروف اسلوب ہے۔ آپ

کو معلوم ہے کہ کلمہ طیبہ کے بھی دو اجزا ہیں۔ پہلے جز کا تعلق نفی سے ہے یعنی "لا الہ" اور دوسرے جز کا تعلق اثبات یعنی "الا اللہ" سے ہے۔

میں چھ اعتبارات سے نفی کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کام اس طور سے نہیں ہو سکتا۔ اس طرح بہت سی باتیں خود بخود نکھر کر سامنے آجائیں گی۔ اس کے بعد اثبات کا معاملہ آسان ہو جائے گا۔ جن چھ باتوں کو میں نفیاً بیان کرنا چاہتا ہوں ان کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تین باتیں وہ ہیں کہ جن سے ہر مسلمان واقف ہے۔ لیکن ان کو شعور کی سطح پر ذہن میں تازہ کر لینا مفید ہے تاکہ انسان اس کے بارے میں یکسو ہو جائے۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ محض خواہش سے نہیں ہو گا۔ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۲۳ میں آتا ہے کہ "لیس بامانیکم و لا امانی اھل الکتاب" یعنی اے مسلمانو! نہ تمہاری خواہش سے کچھ ہو گا نہ ہی اہل کتاب کی خواہش سے۔ سیدھی سی بات ہے کہ محض خواہش سے گندم کا ایک دانہ بھی پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لئے ہل چلا کر زمین تیار کرنی ہو گی اور مناسب وقت پر بیج ڈالنا ہو گا۔ اس کے بعد آپ کو اس کی آبیاری کرنا ہو گی ورنہ آپ کو آپ کی فصل نہیں ملے گی۔ اس لئے کہ یہ دنیا "عالم اسباب" کہلاتی ہے۔ ان اسباب و علل سے ہٹ کر کسی کام کے ہو جانے کا نام معجزہ ہے۔ اور یہ معجزوں کا سلسلہ ختم نبوت کے ساتھ ہی ختم ہو گیا ہے۔ اگرچہ یہ اپنی جگہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا آپ مطالعہ کریں تو وہاں معجزات کا عمل دخل نہ ہونے کے برابر ہے۔ آپ نے جو انقلاب برپا کیا ہے وہ محنت اور مشقت جھیل کر کیا ہے۔ بقول فیض۔

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی وہ گزری
تنہا پس زنداں کبھی رسوا سر بازار
کڑکے ہیں بہت شیخ سر گوشہ ممبر
اور گرجے ہیں بہت اہل حکم برسر دربار

یہ معجزوں کا ظہور نبوت کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ حضور ﷺ کی زندگی میں مصائب و مشکلات کے پہاڑ نظر آتے ہیں معجزے نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جب اپنا سب کچھ لا کر اللہ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا تو نصرت خداوندی بھی آئی ہے۔ اور یہ نصرت آج بھی آ سکتی ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

دوسری بات یہ عرض کروں گا کہ یہ کام محض دعا سے بھی نہیں ہو گا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دعا بہت بڑی شے ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "الدعا مخ العبادۃ" یعنی دعا عبادت کا مغز ہے۔ آپ نے ایک اور ارشاد گرامی میں فرمایا کہ "الدعاء ھو العبادہ" یعنی دعا ہی عبادت ہے۔ آپ نے ایک اور ارشاد گرامی میں فرمایا کہ "لا یرد القضاء الا بالدعاء" تقدیر معلق بھی دعا سے بدل جاتی ہے۔ دعا کی یہ اہمیت اپنی جگہ لیکن دعا کے ضمن میں بھی اللہ تعالیٰ کے کچھ قوانین ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ دعا کرنے والا دعا کا منہ بھی رکھتا ہے کہ نہیں! قرآن حکیم میں آتا ہے کہ "لستم علی شئی حتی تقیموا التورۃ والانجیل" اے کتاب والو! تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے' تمہارا منہ نہیں ہم سے بات کرنے کا جب تک کہ تم تورات اور انجیل قائم نہیں کرتے۔ اسی پر اب آپ قیاس کر لیجئے کہ "یاھل القرآن لستم علی شئی حتی تقیموا القرآن" --- دعا تب قبول ہوتی ہے کہ جب انسان کے بس میں جو کچھ ہو وہ کر چکا ہو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ میدان میں لا کر ڈال دو۔ اس کے بعد اللہ سے دعا مانگو۔ بقول اقبال۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

نصرت خداوندی کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔ لیکن اس نصرت کے حصول کا ایک قاعدہ ہے جو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۴ میں بیان ہوا ہے کہ "ام حسبتم ان تدخلوا الجنه ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معه متی نصرالله الا ان نصرالله قریب" یعنی کیا تم نے سمجھا کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے' ابھی تم پر تو وہ امتحانات و آزمائش آئی ہی نہیں ہیں جو تم سے پہلوں پر آئیں۔ انہیں تکلیفیں آئیں' فقروفاقہ سے دوچار ہونا پڑا یہاں تک کہ وہ ہلا مارے گئے' تب وقت کا رسول پکار اٹھا اور اس کے ساتھی چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ اس وقت انہیں یہ خوشخبری سنائی گئی کہ اللہ کی مدد آیا چاہتی ہے۔

یہ بات میں اپنے پہلے خطبہ میں عرض کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کو جو یہ خبریں دی گئی تھیں کہ "نصرمن الله وفتح قریب" اور یہ کہ "وعدالله الذین امنوا منکم وعملوالصلحت" --- یہ ۵ھ کے اواخر اور ۶ھ کے اوائل میں دی گئی تھیں۔ مکی دور کے تیرہ برس اور غزوہ احزاب تک کے پانچ برس انتہائی کٹھن مصائب کا دور ہے۔ ان سترہ برسوں میں گویا نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے جہاد و قتال سے اپنے ایمان اور اعمال صالح کا ثبوت فراہم کر دیا تھا۔ اس کے بعد فرمایا گیا کہ اے نبی بشارت دے دیجئے کہ آپ اور آپ کے ساتھی ہمارے امتحانات میں کامیاب ہو گئے' اب ہماری مدد آیا چاہتی ہے اور فتح تمہارے قدم چوما چاہتی ہے۔

میں نے دوسری بات عرض کی ہے کہ محض دعاؤں سے نہیں ہو گا۔ یہ بات بھی ہم میں سے اکثر جانتے ہیں کہ ۱۹۷۱ء میں ہماری دعاؤں کا کیا حشر ہوا۔ کتنی مساجد میں قنوت نازلہ کی دعائیں مانگی گئیں' کتنی مجلسیں تھیں کہ جن میں قنوت نازلہ پڑھی گئی؟ کیا نتیجہ برآمد ہوا؟۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا کے بھی کچھ قواعد و ضوابط ہیں۔ پروردگار عالم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ دعا مانگنے والا کون ہے! ہمارے دین و شریعت کے بارے میں اس کا رویہ کیا ہے۔ اس کا ذاتی کردار کیا ہے؟ لہٰذا دعاؤں میں اثر بھی تب ہو گا جب ہم اپنے عمل سے ثابت کر دیں گے کہ ہم دعا کے اہل ہیں۔

اب تیسری بات عرض کر رہا ہوں جو کہ بہت ہی اہم ہے۔ یہ کام محض محنت و مشقت سے بھی نہیں ہو گا۔ یہ محنت و مشقت چاہے اپنے آخری درجہ کو پہنچی ہوئی ہی کیوں نہ ہو! ہماری یہ محنت و مشقت بھی تب ثمر آور ہو گی جب یہ طریق محمدی ﷺ کے مطابق ہو گی۔ مجرد قربانیوں سے نہ پہلے کچھ ہوا ہے نہ اب کچھ ہو گا۔ آپ کے سامنے افغانستان میں دس لاکھ جانیں اخلاص و خلوص کے ساتھ دی گئیں لیکن نتیجتاً باہم دست و گریباں ہیں۔ اس لئے کہ جدوجہد طریق نبوی سے ہٹ کر کی گئی ہے۔ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ ہے کہ وہاں جو خون خلوص کے ساتھ دیا گیا وہ اللہ کے حضور ضائع نہیں جائے۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی کوئی نتیجہ نکالیں گے لیکن ابھی تک نہیں نکلا۔ جو چیز ہمیں نظر آ رہی ہے وہ تو خانہ جنگی ہے! اسی طرح تحریک قیام پاکستان کے دوران لاکھوں جانوں کی قربانی دی گئی لیکن یہاں اسلام تو نہیں آیا!۔ یہ مثالیں ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں بقول شیخ سعدیؒ

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہی رسید

اس بات کو کہ ہماری قربانیاں طریق محمدی پر ہی رنگ لا سکتی ہیں' میں دو بزرگ شخصیتوں کے حوالے سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ان دو بزرگوں میں سے ایک افضل البشر بالتحقیق حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرے امام دارالہجرہ امام مالک رحمہ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کیا اس وقت آپ نے ایک بہت ہی پیارا خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ "لا یصلح آخرہ الا بما صلح بہ اولہ" یعنی ایک بات اچھی طرح جان لو کہ اس معاملے (نظام خلافت) کے آخری حصے کی اصلاح نہیں ہوگی مگر اسی طور سے کہ جس طور سے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کو مزید واضح کرکے امام مالکؒ نے بیان کیا کہ "لن یصلح اخر ھذا الامہ الا بما صلح بہ اولہ" یعنی اس امت کے آخری حصے کی اصلاح نہیں ہوگی مگر صرف اس طور سے جس طور سے کہ پہلے حصے کی ہوئی تھی۔

اس بات کو اپنے قلب و دماغ پر کندہ کرلینا چاہئے کہ دوسروں سے مستعار لئے گئے طریقوں سے نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ اور اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ طریق محمدی ﷺ کے کسی ایک جزء پر عمل کرکے بھی منزل سر نہ ہوگی۔ ہمیں سیرۃ محمدی میں یہ دیکھنا ہے کہ کیا چیز پہلے تھی اور کیا بعد میں۔ اور یہ سیرۃ کا مطالعہ ایک کل کی حیثیت سے ہونا چاہئے۔ یہ بات اس طویل حدیث مبارکہ کے حوالے سے آپ کے سامنے رکھی تھی کہ اس امت کا پہلا حصہ بھی خلافت علی منہاج النبوہ پر ہے اور آخری حصہ بھی خلافت علی منہاج النبوہ پر ہوگا۔ اب اس حدیث کو سامنے رکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت امام مالکؒ کے اقوال پر تدبر کیجئے۔ فرمایا کہ اس امت کے آخری حصے کی اصلاح نہیں ہوسکے گی مگر اسی طور سے کہ جس طور سے پہلے حصے کی ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طریق کار سے خلافت علی منہاج النبوۃ کا نظام اس وقت قائم ہوا تھا' اس طریق پر چلیں گے تو وہ نظام دوبارہ قائم ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔

ابھی جو میں نے تین باتیں نفیاً بیان کی ہیں' اب ان کا جائزہ Applied Form میں لیتے ہیں۔ ان تین میں سے توجہ کا ارتکاز سیرۃ نبی ﷺ پر کریں گے۔ اس ضمن میں بھی مجھے تین ہی باتیں نفیاً عرض کرنی ہیں۔ اس وقت ہماری گفتگو اصولی ہوگی۔ میں کسی خاص جماعت یا گروہ کا ذکر کئے بغیر چند باتیں عرض کرنا چاہوں گا۔ اس ضمن میں پہلی بات جس کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تبلیغ اور تلقین کئے جاؤ' جب سب لوگ بدل جائیں گے تو نظام خود بخود بدل جائے گا حالانکہ دعوت و تبلیغ طریق محمدی ﷺ کا نقطہ آغاز ہے۔ اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ محض دعوت و تبلیغ سے یہ کام ہو جائے گا تو وہ بہت بڑے مغالطے میں ہے۔ دعوت و تبلیغ سے افراد بدل جاتے ہیں نظام نہیں بدلا کرتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سلیم الفطرت لوگ دعوت حق کی طرف کھنچ آتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میگنٹ لوہے چون کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ ہمارا دین' دین فطرت ہے۔ لہٰذا سلیم الفطرت لوگ دین کی دعوت کو قبول کرلیں گے لیکن نظام کے ساتھ تو لوگوں کے مفادات وابستہ ہیں۔ اور نظام سے لوگ مراعات حاصل کر رہے ہیں۔ یہ بگڑے ہوئے لوگ محض دعوت سے ماننے والے نہیں ہیں۔ ان کو منوانے کے لئے کچھ اور کرنا پڑے گا۔ یہی بات سورۂ حدید میں کہی گئی ہے کہ "لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط وانزلنا الحدید فیہ باس شدید و منافع للناس ولیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ بالغیب ان اللہ قوی عزیز" -- ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا واضح تعلیمات اور معجزات کے ساتھ' ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں۔ ہم نے لوہا بھی اتارا' اس میں جنگ کی صلاحیت ہے اور لوگوں کے لئے کچھ اور فائدے بھی ہیں' تاکہ ہم دیکھیں کہ کون ہیں (ہمارے فرمانبردار بندے جو لوہے کی طاقت کو ہاتھ میں لے کر) جو اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں غیب میں ہونے کے باوجود۔

گویا اس آیت مبارکہ میں واضح کیا گیا کہ دین کو غالب کرنا اللہ کی مدد ہے۔ اس لئے کہ جب دین غالب نہیں ہے تو اللہ کے خلاف بغاوت ہے۔ اس بغاوت کو فرد کرنا اور اللہ کے دین کو قائم کرنا اللہ کی مدد ہے۔ اور اللہ کے دین کو غالب کرنا فرض منصبی ہے محمد رسول اللہ کا لہٰذا ان کی بھی مدد ہے۔ اسی لئے تو رسول پکارتے ہیں کہ "من انصاری الی اللہ" --- کون ہے میرا مددگار اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے! سورۂ حدید کی مذکورہ بالا آیت قرآن حکیم کی اہم ترین آیات میں سے ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ نظام بدلنے کے لئے طاقت کا استعمال ناگزیر ہے۔ یہاں تک کہ کسی مرحلہ میں اسلحہ کا استعمال بھی کرنا پڑے گا۔ اس ضمن میں ایک بہت ہی اہم بات آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اگر کسی شخص کا نادانستہ طور پر یہ خیال ہے کہ محض دعوت و تبلیغ سے نظام خلافت برپا کیا جاسکتا ہے تو وہ غیر شعوری طور پر نبی اکرم ﷺ کی توہین کا ارتکاب کر رہا ہے۔ یہ بات ایک کھلی حقیقت کی طرح سمجھ میں آنے والی ہے کہ محض دعوت و تبلیغ سے یہ کام ہو سکتا تو حضور ﷺ نے تلوار ہاتھ میں کیوں لی؟ اگر محض دعوت تبلیغ سے یہ کام ہونا ممکن ہوتا تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کسی مسلمان کے خون کا ایک قطرہ تو دور کی بات ہے کسی کافر کے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیتے۔ لیکن نظام بدلنے کے لئے نبی اکرم ﷺ کو یہ کام کرنا پڑا۔ اگر ایک طرف سینکڑوں کفار کا خون بہایا گیا ہے تو دوسری طرف سینکڑوں صحابہ نے بھی اپنی جانوں کی قربانی پیش کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا خون دامن احد میں بھی جذب ہوا اور ریگزار طائف میں بھی!

اس دعوت و تبلیغ کے علاوہ جو دوسرا پوری دنیا میں "پاپولر" طریقہ رائج ہے وہ الیکشن کا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جس شے کا چلن ہو جاتا ہے وہی ہردلعزیز ہو جاتی ہے۔ ہمیں مغرب نے کچھ طریقے سمجھائے ہیں' جس پر اقبال نے پھبتی چست کی تھی کہ۔

الیکشن' ممبری' کرسی' صدارت
بنائے آزادی نے خوب پھندے
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ ایک چیز کا جب چلن ہو جاتا ہے تو وہ ذہنوں پر اپنا پورا تسلط جمالیتی ہے۔ اس وقت نامعلوم کتنی جماعتیں اور کارکنان انتہائی اخلاص کے ساتھ اپنی توانائیاں اسی طریق کار کے تحت کھپا رہے ہیں یہ بات میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے کہہ رہا ہوں کہ جتنی جماعتیں بھی اس طریق کار کو اپنائے ہوئے ہیں ان کے کارکنان کے اخلاص میں مجھے ذرہ برابر شک نہیں ہے۔ ہر جماعت کے پیچھے چلنے والوں کی اکثریت مخلص ہوا کرتی ہے۔ اور انہی مخلص کارکنان کی وجہ سے ان جماعتوں کا وجود قائم ہے۔ ہاں ممکن ہے لیڈروں میں سے کسی کا معاملہ مختلف ہو لیکن ان کے بارے میں بھی ہم یقین کے

ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے کہ نیت کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

ان بزرگوں کے اخلاص کو تسلیم کرتے ہوئے میں کہوں گا کہ ان کا یہ خیال کہ انتخابات کے راستے نظام بدل جائے گا' بہت ہی احمقانہ خیال ہے۔ اس ضمن میں میں ایک انتہائی مثال عرض کر رہا ہوں کہ اگر نبی اکرم ﷺ انتخابات کے ذریعے جزیرہ نمائے عرب میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے تو کیا کر سکتے تھے؟ یہ بات میں نے ڈرتے ڈرتے کہی ہے' اس لئے کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس ضمن میں حضور ﷺ کا تذکرہ گویا ایک اعتبار سے توہین ہے! لیکن ایک مثال ماضی قریب سے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کیا ایران میں آیت اللہ خمینی صاحب کی حکومت انتخابات کے ذریعے قائم ہو سکتی تھی؟ کوئی ایک شخص بھی اس کا جواب اثبات میں نہیں دے سکتا۔ اس ضمن میں اگر قرآن مجید کی نص آپ کو مطلوب ہے تو وہ یہ ہے کہ قرآن حکیم سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۱۶ میں کہتا ہے کہ "ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ" یعنی اگر تم زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں گمراہ کر کے چھوڑیں گے۔ جبکہ الیکشن میں سارا معاملہ اکثریت و اقلیت کا ہے۔ پورا نظام ہی اس اصول پر چل رہا ہے کہ اکثریت حق پر اور اقلیت باطل پہ ہے۔

اب نص قرآنی کے بعد اگر عقلی دلیل مطلوب ہو تو وہ بھی موجود ہے۔ یہ بات ہر آدمی جانتا ہے کہ ہر ملک میں ایک politico, socio economic system قائم ہوتا ہے۔ دنیا کے بعض ممالک میں جاگیردارانہ نظام ہے تو بعض میں سرمایہ دارانہ نظام نے اپنے پنجے گاڑھے ہوئے ہیں۔ کہیں آپ دیکھیں گے کہ قبائلی نظام رائج ہے۔ اب اس نظام میں قبائلی سردار ہی اس نظام کے قوت کا سرچشمہ ہیں۔ اب آپ اس نظام کے اندر رہتے ہوئے انتہائی عمدہ' غیر جانبدارانہ انتخابات کا انعقاد کرا لیجئے۔ اس الیکشن میں بھی یہی politico, socio economic structure ہی reflect کرے گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ پاکستان میں ۷۰ فیصد آبادی دیہات پر مشتمل ہے۔ اور یہ سب جاگیرداروں اور وڈیروں کے مزارعین ہیں۔ ان حالات میں آپ تبدیلی کیسے لائیں گے۔ اس نظام کے اندر انتخابات کے ذریعے یہ تو ہو جائے گا کہ ایک لغاری کی جگہ دوسرا لغاری آ جائے گا' اسی طرح ایک مزاری کی بجائے دوسرا مزاری اور ایک جتوئی کی جگہ دوسرا جتوئی منتخب ہو جائے گا۔ لیکن ان کو ہٹا کر کوئی اور نہیں آئے گا۔ شہروں میں ممکن ہے کہ کوئی تبدیلی آ جائے۔ اس لئے کہ شہروں میں جاگیرداروں کا قبضہ دیہات جیسا نہیں ہے۔ شہروں میں کوئی عوامی تحریک چل سکتی ہے' جیسا کہ ایم۔ کیو۔ ایم کی کراچی میں چلی ہے۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ شہروں کی تبدیلی اس ملک کے اندر بحیثیت مجموعی انتخابی راستے سے فیصلہ کن نہیں ہو سکتی۔

ان تمام دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے اگر تھوڑی دیر کے لئے انسان سوچے تو اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ انتخابی طریق کار ہرگز کارگر نہیں ہو سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اب عادت پڑ گئی ہے یا یوں کہئے کہ انتخابی سیاست گھٹی میں پڑ گئی ہے لہٰذا اس سے کیسے جان چھڑائی جائے۔ انتخابی سیاست کو نہ چھوڑنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کچھ لوگوں کی کچھ سیٹیں پکی ہیں' انہیں قومی اسمبلی اور سینٹ میں کچھ سیٹیں مل جاتی ہیں۔ ان چند سیٹوں کے لئے اپنے وسائل اور کارکنان کی صلاحیتوں کو قربان کیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں پہلا الیکشن ۵۱ء میں پنجاب میں صوبائی اسمبلی کے لئے ہوا تھا اور اب ۱۹۹۴ء ہے۔ آپ اندازہ لگا لیں کہ ۴۲ء سال بیت گئے ہیں۔ اگر نصف صدی کے ناکام تجربوں کے بعد بھی عقل نہ آئے تو اسے کیا کہا جائے! قرآن حکیم کہتا ہے کہ "فاذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ" یعنی بچہ بھی چالیس برس کی عمر کو شعوری اعتبار سے پختہ ہو جاتا ہے۔ کاش ہماری دینی جماعتوں کو بھی کوئی سبق حاصل ہو جائے اور وہ اپنے راستے کے بارے میں نظرثانی کے لئے تیار ہوں۔

اس ضمن میں اب تیسری بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ایک اور خطرناک راستہ بھی بعض دینی تحریکوں نے دنیا کی دیکھا دیکھی اپنا رکھا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں قتال بھی تھا۔ اب اس سے استدلال کرتے ہوئے ایک شکل جو انتہائی خطرناک ہے' وہ چھاپہ مار کاروائیوں کی اختیار کی گئی ہے۔ اگرچہ یہ کاروائیاں اسلامی تحریکوں نے تشدد کے جواب میں اختیار کی ہیں۔ یہ معاملہ خاص کر عرب ممالک میں زیادہ شدید رہا ہے۔ مجھے ۱۹۷۹ء میں کچھ وقت مصر کے مختلف شہروں میں گزارنے کا موقع ملا تھا۔ میں نے وہاں دیکھا تھا کہ نہایت ہی دیندار نوجوان تھے جو ان کارروائیوں میں ملوث تھے۔ میں ان کی دینداری کو اس طرح بیان کیا کرتا ہوں کہ ایک فکری' انقلابی اور نظریاتی مزاج جماعت اسلامی نے پیدا کیا ہے اور تدین' اتباع سنت اور عجز و انکساری کا حامل مزاج تبلیغی جماعت نے پیدا کیا ہے۔ ان مصری نوجوانوں میں یہ دونوں مزاج جمع تھے۔ لیکن ان نوجوانوں نے وہاں تشدد کے جواب میں دہشت گردی کا راستہ اختیار کر لیا۔

اسی طرح الجزائر کی اسلامی تحریک الیکشن کا راستہ اختیار کئے ہوئے تھی۔ یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ وہاں الیکشن کے راستے انہیں کیوں کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ سمجھنا اس لئے ضروری ہے کہ وہاں کی کامیابی کو اپنے ملک پر قیاس نہ کر لیا جائے۔ وہاں چونکہ الجزائر کی آزادی کے بعد سوشلسٹ نظام قائم ہوا۔ اس کے نتیجے میں جاگیرداری کا مکمل خاتمہ کر دیا گیا۔ لہٰذا وہاں وہ رکاوٹ موجود ہی نہیں ہے جو پاکستان میں ہے۔ الیکشن کے راستے کامیابی کے بعد ان کا راستہ روکا گیا۔ اسلامی تحریک کے کارکنوں پر تشدد کیا گیا۔ اسلامی تحریک نے بھی جوابی تشدد کا راستہ اختیار کیا۔ اس طرح کی کارروائیوں سے بھی نظام خلافت کا قیام ممکن نہیں ہے۔ اس قسم کی کاروائیاں occupation armies کے خلاف مفید اور موثر ہو سکتی ہیں۔ الجزائر میں ہی تقریباً چالیس سال قبل فرانسیسی فوجوں کے خلاف جہاد حریت ہوا تھا۔ اس میں یہی طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ اور اس طریقے سے کامیابی بھی ہوئی تھی جبکہ قومی فوج کے خلاف ایسی پر تشدد تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ان دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ ایک قابض فوج کی suply line فرانس ہے۔ وہاں سے suply ہو گی تو وہ کچھ کر سکے گی۔ آپ کو معلوم ہے کہ امریکہ جیسا ملک جو کہ سپرطاقت ہے' ویت نام میں اسی لئے مار کھا گیا۔

اس کے علاوہ ان کارروائیوں کا ایک فوری تلخ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے۔ مثال کے طور پر فوج کے کسی ٹرک پر کسی نے بم پھینک دیا۔ اس کے نتیجے میں فوج کے چار' چھ آدمی مرجاتے ہیں۔ اب فوج کو معلوم ہے کہ بم پھینکنے والا یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ اب وہ کہیں گے کہ یا تو آدمی پیش کر دو یا پھر گھر گھر تلاشی ہو گی۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ جب فوجی گھروں میں داخل ہو جائیں گے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ فوجی جنسی اعتبار سے بھوکا بھیڑیا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آبادیاں جلا دی جاتی ہیں۔ ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں کہہ رہا ہوں کہ اس راستے سے بھی یہ کام ہونے والا نہیں ہے۔ OO

(جاری ہے)

وفاداری بشرطِ استواری اصلِ ایمان ہے

اہلِ سیاست نظام کو بدلنے کی بات کیوں نہیں کرتے

محمد سمیع

وطن عزیز کے دانشوران کرام کی سابق آقاؤں کے عطا کردہ جمہوری نظام سے وفاداری بشرط استواری کا عالم یہ ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے ان کا اصرار ہے کہ اس نظام کو تبدیل نہ کیا جائے بلکہ اس میں اصلاح کی کوششیں جاری رکھی جانی چاہیں۔ اس جمہوری نظام نے ملک کا جو حلیہ بگاڑا اور اخلاق و کردار کی جس پستی تک ہمارے سیاستدانوں کو پہنچایا ہے' اس سے یہ حضرات نہ صرف یہ کہ بے خبر نہیں ہیں بلکہ اس کو تسلیم بھی کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس نظام کو جاری رکھنے پر ان کا اصرار فہم سے بالاتر ہے۔ پاکستان کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قیام پاکستان کے بعد جمہوری نظام ہمارے ہاں کامیابی کے ساتھ نہ چل سکا۔ جمہوریت کے پہلے ہی عشرے میں جبکہ قائداعظم محمد علی جناح جیسے عظیم مدبر سے لے کر قائد ملت' سردار عبدالرب نشتر' خواجہ ناظم الدین' شیر بنگال اے کے فضل الحق اور حسین شہید سہروردی اور نورالامین جیسے مخلص قائدین کے باوجود' محلاتی سازشوں کے نتیجے میں مارشل لاء نافذ ہوا' جمہوری قائدین کی نااہلیوں کا یہ عالم تھا کہ ملک غلام محمد' اور اسکندر مرزا جیسے بیوروکریٹوں کو انہوں نے اپنے سروں پر بٹھایا اور خواجہ ناظم الدین جیسے مخلص سیاستدان کی چھٹی کرائی۔ سیاستدانوں کے کارناموں میں سے یہ "مشتے از خروارے" قسم کی مثالیں ہیں ورنہ ایک سے ایک عظیم کارنامے ہیں جو اس دور میں انجام دیئے گئے۔

پھر ایوب خان نے لوگوں کو بنیادی جمہوریت کا نظام دیا لیکن اس دور کی تمام تر صنعتی اور معاشی ترقی کے باوصف اور اس کے باوجود کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں اپنے ملک کا کامیاب دفاع کر کے بھی اپنی حکومت کو جو دو تین سال کے بعد ہی مارشل لاء سے جمہوری حکومت میں تبدیل ہو گئی تھی' دس سال سے زیادہ قائم نہ رکھ سکا اور پھر دوسرے مارشل لاء کے دور میں ملک دولخت ہو گیا۔ یہ ہمارے جمہوریت کے چیمپئن قائدین کا جن میں ذوالفقار علی بھٹو اور شیخ مجیب الرحمٰن شامل تھے' عظیم کارنامہ تھا۔ پھر اپنے آپ کو جمہوریت کا چیمپئن کہلانے والے ذوالفقار علی بھٹو کو اللہ تعالیٰ نے چھ سات سال کا موقع فراہم کیا کہ وہ اس جمہوری نظام کو اس ملک میں مستحکم کرتے لیکن سویلین مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر بن کر آنے والے اس قائد عوام کی حکومت بھی قائم نہ رہ سکی اور ایک اور مارشل لاء ضیاء الحق صاحب لے کر آئے۔

ضیاء الحق کی یہ حکومت نہ تو مارشل لاء تھی نہ جمہوری اور نہ ہی اسلامی بلکہ ایک چوں چوں کا مربہ قسم کی حکومت تھی جس نے اس ملک میں منشیات کی لعنت کو جنم دیا اور سیاست میں لسانی عصبیت کے عروج کے علاوہ برادری اور روپے پیسے کی ریل پیل اسی دور میں ہوئی جس کا خمیازہ ہم صوبہ سندھ والے بالخصوص اور اہل وطن بالعموم ایک عرصہ سے بھگت رہے ہیں اور پتہ نہیں کب تک بھگتیں گے۔ اس کے بعد محمد خان جونیجو (شرافت کی سیاست والے) آئے' بعدہ اس ملک کی سیاست بے نظیر بھٹو اور نواز شریف کے درمیان جھولا جھول رہی ہے یہ سارے جمہوری قائدین ہیں جن کے کارناموں کو ہم خود بچشم سر دیکھ رہے ہیں لہٰذا اس بارے میں کچھ تحریر کرنے کی ضرورت نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم پارلیمانی جمہوری نظام' مارشل لاء اور اس کے بغل بچے صدارتی نظام سمیت تمام ان نظاموں کو آزما چکے ہیں جن کو اس دنیا کے دماغوں نے تشکیل دیا ہے۔ ان سب کا انجام بھی ہمارے سامنے ہے۔ اس کے باوجود ہم نے نہیں آزمایا اور نہ ہی آزمانا چاہتے ہیں اس نظام کو جسے خالق کائنات نے اپنی مخلوق کے لئے بنایا ہے۔ خالق سے بڑھ کر مخلوق کا خیر خواہ اور کون ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے نظام کو اپنانے کے بجائے اس نظام کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں جس کا معاشی گوشہ سود پر مبنی ہے جبکہ ہم روزانہ قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا یہ الٹی میٹم درج ہے کہ اگر سود کھانا نہ چھوڑا تو اللہ اور اس کے رسول کا تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم انتہائی بدقسمت لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس کتاب کو ہمارے لئے ہدایت کا ذریعہ بنا کر بھیجا ہم اس کی تلاوت محض حصول ثواب اور ایصال ثواب کے لئے کرتے ہیں۔ اس سے ہدایت قبول کرنے کے لئے

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

بقیہ : ضبطِ تولید

☆ مانع حمل ادویات و ذرائع بسا اوقات بانجھ پن کا سبب بن جاتے ہیں۔

☆ مانع حمل ادویات و ذرائع سے واقفیت اور ان کا استعمال معاشرے میں بے راہ روی' فحاشی اور جنسی جرائم کی ترویج و ترقی میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ بیہودگی کے اس سیلاب میں بالآخر معاشرے کے ہر طبقے کی عزت داؤ پر لگ جاتی ہے۔ ایسی قوم اپنی بچیوں' ماؤں بہنوں اور بیگمات کی عزت کو عزت سمجھنے سے عاری ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ اخلاقی گراوٹ اس معاشرے کی موت کا سبب بن جاتی ہے۔

☆ شوہر اور بیوی کے مابین بچوں کا مقدس رشتہ نہ ہو یا بچے کم ہوں تو عدم ذمہ داری کا احساس طلاقوں کی شرح میں اضافے کا موجب بن جاتا ہے۔

☆ ضبط تولید کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بتدریج بچوں اور نوجوانوں کی تعداد میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے اور عمر رسیدہ افراد کے اضافے سے ملک عسکری و معاشی لحاظ سے مفلوج ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح طبعی قوانین کی پابندی سے توازن فطرت قائم ہے اسی طرح انسان بھی اپنے معاشروں میں توازن صرف اسی صورت میں قائم رکھ سکتا ہے کہ وہ بھی قوانین فطرت کی پابندی کرے۔ اور یقیناً ضبط تولید بھی خلاف فطرت فعل ہے۔ OO

عرب کے سوز میں سازِ عجم ہے
حرم کا راز توحیدِ امم ہے
تہی وحدت سے ہے اندیشۂ غرب
کہ تہذیبِ فرنگی بے حرم ہے

Allah promises those of you who believe and do righteous work that you will rise to power on Earth - [TMQ:An-Nur:55]

Khilafah Magazine
Supplement

Price 20p
Circulation 150,000

THE INTERNATIONAL MUSLIM KHILAFAH CONFERENCE

لندن میں شمع خلافت کے پروانوں کے جوش وجذبے کا تہلکہ خیز مظاہرہ

عالمی احیائے خلافت کانفرنس

بین الاقوامی ذرائع ابلاغ جسے اہمیت دینے پر مجبور ہوگئے

لندن کے ویمبلے ایرینا میں عظیم الشان بین الاقوامی خلافت کانفرنس کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر مغربی دنیا دہل کے رہ گئی ہے۔ اس کے انعقاد کی مجوزہ تاریخ' ۷ / اگست سے پہلے لندن میں یہودی اداروں کو بم کے دو دھماکوں کا تحفہ مل چکا تھا اور برطانوی حکومت میں مضبوط مخالف اسلام لابی ان کی آڑ میں مجوزہ کانفرنس کا اجازت نامہ منسوخ کرانے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن اس کے نزدیک برا ہو اور ہمارے اعتبار سے بھلا ہو اس آزادی عمل کا جو وہاں مقامی انتظامی کونسلوں کو میسر ہوتی ہے۔ برنٹ کی انتظامیہ جس کے علاقے میں ویمبلے ایرینا واقع ہے' پروگرام کی اجازت دینے سے انکار کے بعد بھی کانفرنس کے منتظمین کی طرف سے پیش کردہ احتیاطی تدابیر اور حفاظتی اقدامات پر اطمینان کا اظہار کرنے پر مجبور ہو گئی چنانچہ اجازت نامہ منسوخ کرنے کی ہدائت کی تعمیل نہ کی گئی۔ یہ کانفرنس پوری آن بان سے ہوئی

روزنامہ ٹائمز سے ایک اقتباس 'ترکی میں جس دن خلافت کا خاتمہ ہوا اس کے اگلے ہی روز یعنی ۴ / مارچ ۱۹۲۴ کو ایک اہم ہندوستانی راہنما مولانا محمد علی جوہر کا بیان نقل کیا گیا۔

An extract from the 'Times' newspaper, the day after the Khilafah was officially destroyed in Turkey (dated 4th March 1924), quoted Mr. Ali, a prominent Indian Muslim as saying:

'It is difficult to anticipate the exact effect the "abolition" of the Khilafah will have on the minds of Muslims in India. I can safely affirm that it will prove a disaster both to Islam and to civilisation. The suppression of the time honoured institution which was, throughout the Muslim world, regarded as a symbol of Islamic unity will cause the disintegration of Islam..., I fear that the removal of this ideal will drive the unadvanced and semi-civilised peoples..., into ranks of revolution and disorder'.

Islamic body accused of racism

Muslim rally angers Jews

By Kenan Malik

AN ESTIMATED 10,000 people are expected to attend a Muslim conference at London's Wembley Arena today. The aim of the International Muslim Khilafah conference, the biggest such gathering ever held in the West, is "to assist in the work to unify the global M... ...unity"

hour of resurrection will not occur until the Muslims fight the Jews and the Muslims kill them."

Mr Solomon is particularly incen... ...t th... ...bley

عالمی خلافت کانفرنس کے سٹیج کا ایک منظر۔۔۔ڈاکٹر اسرار احمد تقریباً وسط میں ہیں

اور اس کے اثرات مسلم دنیا پر جو مرتب ہوں گے، وہ تو ابھی دیکھنے باقی ہیں البتہ عزم و ارادے کے اس منظم اور پرامن مظاہرے نے افرنگ کو زلزلے کے وہ جھٹکے دیئے جن کی شدت رچر سکیل پر سات سے اوپر ریکارڈ کی گئی ہے۔

لندن کے معتبر اخبارات کی رپورٹوں کے مطابق کانفرنس میں شرکاء کی تعداد آٹھ ہزار تھی جبکہ **چار** ہزار مسلمانوں کو ویمبلے کی انتظامیہ نے داخلے کی اجازت نہ دی اور انہیں ایرینا کی حدود سے باہر خاصے فاصلے پر روک کر رکھا گیا تاہم نہ ان کی طرف سے کوئی ہنگامہ آرائی ہوئی نہ اندر موجود شرکاء نے کوئی بد نظمی پیدا ہونے کا موقع دیا حالانکہ ان کا جوش و خروش دیدنی تھا یعنی بلبل شوریدہ سر نے اپنے نالوں کو سینے میں تھام کر رکھا کیونکہ وہ ابھی خام ہے اور خام ہی رہے گا جب تک دعووں کو دنیائے اسلام کے کسی نہ کسی خطے میں عملی جامہ پہنا کر نہ دکھا دیا جائے۔ البتہ صیہونیوں نے مسلمان نوجوانوں کے جذبات کو مشتعل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، وہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے کسی تیز رفتار کار میں اس ہجوم کے قریب سے گزرتے جو داخلے سے محروم رہ گیا تھا اور گاڑی کا کوئی ایک شیشہ ذرا کی ذرا نیچے کر کے "سٹار آف ڈیوڈ" والا اسرائیلی پرچم لہراتے اور غائب ہو جاتے لیکن بس ایک جھلک۔ یہود کی وہی روایتی بزدلی، دنیا کے نقشے پر ابھرنے والی پہلی اسلامی ریاست مدینہ میں جس کا مظاہرہ ہوا اور قرآن مجید میں جس پر یہ قول فیصل وارد ہوا کہ یہ کبھی سامنے سے وار نہ کریں گے، دیواروں کی اوٹ سے خشت باری کرنے کا زنانہ انداز ان کی سرشت کا حصہ ہے۔ ہاں، کانفرنس کے خلاف ایک "باقاعدہ" مظاہرہ بھی ہوا۔ جی ہاں، بینروں اور پلے کارڈوں کے ساتھ!۔ یہ مظاہرین ہم جنس پرست تھے اور اس امر پر صدائے احتجاج بلند کر رہے تھے کہ اسلامی ممالک بالخصوص ایران میں ہم جنسیت پر کڑی سزائیں دی جا رہی ہیں جہاں ۱۹۸۰ء سے اب تک چار ہزار ہم جنس پرست تختہ دار پر لٹکائے جا چکے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!۔

یہودیوں اور صیہونی لابی میں اس کانفرنس سے جو پسو پڑے ہوئے تھے، ان کا سراغ عین اسی روز لندن کے اخبار "انڈی پنڈنڈنٹ (آن سنڈے)" میں ایک دو کالمی خبر سے ملتا ہے جو کانفرنس کے انعقاد کا دن تھا۔ عنوان تھا کہ اسلامی تنظیم پر نسل پرستی کا الزام ہے اور یہ کہ مسلمانوں کی ریلی پر یہودی بہت ناخوش ہیں۔ اگلے روز برطانوی ذرائع ابلاغ نے جن میں اخبارات کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن بھی شامل ہیں، کانفرنس کی مفصل رپورٹیں بڑی بڑی تصاویر کے ساتھ شائع

'Islamic world' call

Cliff Richard looks out over people queuing for the international Muslim conference at the Wembley Arena in north London yesterday, where more than 8,000 radicals cheered fervently at calls for the establishment of a global Islamic state to deliver "world peace and happiness". (Tim Jones writes).

Fears that the conference would lead to violent confrontation proved unfounded. Only the brief appearance of Peter Tatchell with a handful of supporters from a group calling itself Queers Against Fundamentalism threatened disruption. Mr Tatchell and another man were arrested and charged with obstruction and public order offences. They will appear before Brent magistrates on September 5.

The only signs of a backlash from young Jews protesting against the presence of Hizb ut-Tahrir, the organisation, responsible for leaflets calling for the murder of Jews, came when a car raced by flying the star of David.

Many speakers called for the overthrow of Arab states such as Saudi Arabia and Iraq, where political opposition is barred, and the setting up of an Islamic state.

۸/اگست کے "انڈی پنڈنٹ" لندن سے

Wembley survives the Muslim call to arms

By David Millward

FEARS of bloody clashes between Muslims and Jews at Wembley proved unfounded yesterday, as a conference calling for the establishment of a single Islamic state throughout the Middle East passed off peacefully.

If the rhetoric from the platform was a tinge apocalyptic, the mainly young audience of about 8,000 represented a cross-section of the British Muslim population, with traditional garb mingling with Leeds United and Liverpool football shirts.

Despite the event's anti-nationalist theme, one man proudly sported the colours worn by the Pakistan cricketers for their World Cup matches.

A succession of speakers harangued the audience. Their calls for a Khilafah, a single Muslim state, were punctuated by chanting and occasional cheering. This reached a crescendo as Farid Kasseem unveiled the conference Declaration.

Mr Kasseem, who works in Islington council's planning department, was greeted with loud chanting when he told the audience that every so-called Islamic regime currently in place was illegal.

So were any peace negotiations in the Middle East, he said, amid a cacophony of stamping and shouting: "This means there is no peace with Israel."

By the time he moved on to condemn the United Nations, the Security Council and the International Monetary Fund, the noise was deafening.

But the proceedings were otherwise surprisingly low-key, in view of the dire predictions. There had been calls for the meeting to be banned, with Brent council, among others, urging the Home Secretary to intervene because of the presence of the militant organisation Hizb ut-Tahrir, which has called for the destruction of Israel.

In the event there were only two small counter-demonstrations, one before the start when young Jews drove a car past the queues outside the arena waving a Star of David flag and shouting slogans, and another by Peter Tatchell on behalf of "Queers Against Fundamentalism", which led to his arrest with five other men.

Epitomising the organisers' message, Dr Mohammad Malkawi proclaimed: "Islam is a supreme system; it will exist on its own." Muslim rule could not co-exist with socialism, capitalism or democracy.

In the adjacent Exhibition Hall 3, set aside for prayer and washing, a bazaar had taken root. Stallholders, who had paid up to £100 for a pitch, offered everything from Lebanese food to mobile phones.

Nor was the fashion-conscious woman neglected. A stall, trading under the name Amani, sold *hijaabs* — flowing Islamic dresses — for £25.

Muslim anger in Paris: Page 11
Editorial Comment: Page 16

FUNDAMENTALISTS' ELUSIVE DREAM OF AN ISLAMIC EMPIRE

FOUNDED IN 1953, Hizb ut-Tahrir (Liberation Party) has spent more than 40 years striving to establish the Khilafah, *writes David Millward.*

Its dream would see the recreation of a Muslim state along the lines of the Ottoman Empire, which was swept away in 1924. Since then, it claims, no country has had true Islamic rule.

Establishing the Khilafah entails sweeping away every state in the region and the organisation has fallen foul of most regimes in the Middle East and is banned by many.

But it is the party's virulent opposition to reconciliation with Israel which has seen it grow in strength on British campuses and become embroiled in low-key clashes with Jewish students.

But despite the apocalyptic nature of the party's literature, it is regarded as being on the utopian rather than the violent fringe of the Islamic movement in Britain, where it has no record of violence.

But for the recent bombings in London, its involvement in yesterday's conference might have attracted little controversy. The Wembley Arena was booked in the name of the Muslim Unity Organisation — a body which hardly set alarm bells ringing.

Demand for tickets soared after the brouhaha erupted, and coach parties travelled to Wembley yesterday from most major cities.

The Daily Telegraph

1 CANADA SQUARE LONDON E14 5DT TEL: 071 538 5000 TELEX: 22874
TRAFFORD PARK MANCHESTER M17 1SL TEL: 061 872 5939

The threat of jihad

The announcement by the Islamic Salvation Army (AIS), following the arrest of 17 of its members, that it has "declared war on France" is calculated to arouse anxieties in all countries with Muslim minorities. The AIS is the military wing of the Islamic Salvation Front (FIS), which is dedicated to the establishment of a fundamentalist regime in Algeria. Although not as violent as the Islamic Armed Groups (GIA), it is implicated in the current wave of murders of Europeans in Algeria, and it possesses the determination, personnel and weapons to open a violent terrorist campaign in France if it chooses. Among the five million non-French born in France, of whom the majority are Muslim, there exists a pool of sympathisers large enough to provide support and refuge to AIS terrorists.

Moreover, the demand made by the AIS that France should release those under arrest cannot be met by any government without seriously compromising its authority. France is willing to deport the 17 if countries can be found to take them. It is not surprising that none so far is prepared to open its doors. In Britain yesterday, for example, a rally of Islamic fundamentalists caused nothing but alarm by its challenge to the British Muslim community's moderate leadership. It is unthinkable that AIS men would be given refuge here, and it is difficult to think of any other European government willing to accept them. Unless the AIS backs down, or the French internal security service acts swiftly to contain the crisis, the challenge must be taken very seriously.

On the other hand, the crisis has the makings of a special case. It concerns Algeria rather than France. There, Islamic fundamentalists won a majority in recent elections, but, for political reasons, have been denied power by the old guard of the war of independence. The fundamentalists have turned their ire against France because it supports this old guard, and offers a home to hundreds of thousands of anti-fundamentalist Algerians who support the policy both of France and the Algerian government. In that sense, the AIS challenge should not be seen as the opening round in a fundamentalist campaign that is likely to trouble all European countries with Muslim communities.

Such minorities, though they contain fundamentalist elements, are moderate in mood. They seem sincere in their claims that they ask no more than religious tolerance, not the right to political separatism incompatible with any political philosophy prevailing in the West. Classic Muslim theologians distinguish between "the lesser jihad" — the holy war against Islam's enemies — and "the greater jihad", the war against self, a universal religious ideal. It is that ideal, moderate Muslims say, that they have brought with them to Europe.

Yet in the longer term this crisis is serious. A fundamentalist Algeria would pose a grave threat to the peace of southern Europe, and so eventually to northern Europe as well. A major factor in making Algeria fundamentalist is poverty. It is decreasingly fashionable to argue that aid is a cure for political problems, but in the case of Algeria it may be true. Money spent now on its millions of workless young men might cost less than fundamentalist aggression in the future.

اور نشر کیں۔ سب نے اقرار کیا کہ مسلمان نوجوان بھرپور قوت کا ایک نہائت منظم اور باوقار مظاہرہ کرنے میں کامیاب رہے۔ بی بی سی ٹیلی ویژن نے مقامی خبروں میں کانفرنس کو جو کوریج دی وہ اپنی جگہ، سٹارٹی وی نٹ ورک کے ذریعے اس کا جو پروگرام دن کے چوبیں گھنٹے مشرق کے لئے ٹیلی کاسٹ ہوتا ہے اس میں خلافت کانفرنس کو تقریباً دس منٹ دیئے گئے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ مقررین میں سے صرف ڈاکٹر اسرار احمد کو دکھایا گیا اور کئی منٹ ان کا خطاب خود انہی کی آواز میں سنایا بھی گیا۔

یہ پروگرام پاکستان میں ۷ اور ۸ اگست کی درمیانی شب دو بجے سکرین پر آیا اور ظاہر ہے کہ یہاں بس انہی گنتی کے چند خوش نصیب لوگوں نے دیکھا ہوگا جو "تہجد" کے لئے ٹی وی اور وی سی آر سے "تیمم" کرتے ہیں!۔ "یہ نصیب 'اللہ اکبر' لوٹنے کی جائے ہے"۔ یا پھر ہمارے اخبارات کے فارن مانیٹرنگ ڈیسکوں کے ان شب زندہ داروں نے یہ پروگرام دیکھا جن کی راتیں جاگتی اور دن سوتے ہیں۔ لندن کے مشہور زمانہ چڑیا گھر میں کسی پانڈہ جوڑے کے ہاں ولادت پر جشن کی خبر سن یا دیکھ کر وہ اپنے اخبارات میں ایک ایک تفصیل سمیت سجاتے لیکن خلافت کانفرنس اور اس سے ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب میں ان کے نزدیک اتنی "خبریت" نہیں پائی جاتی تھی۔ کم کم اخبارات نے سرسری خبریں لگائیں، صرف دو اخبارات کو ڈاکٹر اسرار احمد کا نام درج کرنا یاد رہا اور ایک انگریزی اخبار نے تو کمال کر دکھایا۔ ڈاکٹر صاحب کی دوران تقریر لی گئی ایک بہت بڑی تصویر شائع تو کر دی (اور اگر ہمارے پرچے میں وہ شامل ہے تو اسی کے شکریے کے ساتھ) لیکن کیپشن میں ان کا نام تک نہ آنے دیا!۔ ان سطور کا راقم بہرحال اس نظارے کی سعادت سے محروم رہا بلکہ اس نے تو اگلی صبح پی ٹی وی کی خبروں میں وہ "جھلکیاں" بھی نہ دیکھیں جو بی بی سی کے ٹیلی کاسٹ میں سے چھانٹی گئی تھیں۔ ان پلک جھپکتی جھلکیوں کا دکھانا ضروری ہو گیا تھا کیونکہ وہ اس بی بی سی کے خبرنامے کی ایک مفصل خبر کا حصہ تھیں، مستند ہے جس کا فرمایا ہوا۔ ورنہ "بنیاد پرستوں" اور خاص طور پر ڈاکٹر اسرار احمد کو دکھانا پی ٹی وی کو کیونکر منظور ہوتا جس پر یہ کہاوت بھی صادق آتی ہے کہ گھر کا جوگی جوگنا، باہر کا درویش۔

چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ اگلی ہی صبح یعنی ۸/ اگست کے "دی ڈیلی ٹیلیگراف" اور "دی ٹائمز" جیسے سنجیدہ اور باوقار اخبارات بین الاقوامی خلافت کانفرنس کے اثرات پر اداریئے لکھنے پر مجبور ہو گئے۔ ایسا فوری ردعمل --- "اک بندۂ عاصی کی اور اتنی مداراتیں" --- دونوں نے اس کا تعلق الجزائر میں "بنیاد پرستوں" کی ابھرتی ہوئی طاقت سے جوڑا اور عیسائی دنیا بالخصوص یورپ کو خبردار کیا ہے کہ خطرہ عین تمہاری ناک کے نیچے پل کر جوان ہو رہا ہے۔ ابلیس کی مجلس شوریٰ میں حواس باختہ مغربی پریس کے مشورے ان کے اپنے الفاظ میں پڑھے ہی مزا دیں گے چنانچہ ہم انہیں جوں کا توں شائع کر رہے ہیں۔ پڑھیے اور اپنے عزائم کو بھی سینوں میں اس حد تک بیدار کیجئے کہ نظام باطل کے نگہبانوں کی نیندیں حرام ہو جائیں۔

تنظیم اسلامی کے امیر اور تحریک خلافت پاکستان کے داعی ڈاکٹر اسرار احمد کو اس کانفرنس میں بطور خاص مدعو کیا گیا تھا اور انہی کی تقریر کو اس تقریب کا حاصل قرار دیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے وہاں کیا کہا ہو گا' اس کا کم از کم "ندائے خلافت" کے قارئین کو خوب اندازہ ہونا چاہئے۔ خلافت کے موضوع پر داعی تحریک نے اس بین الاقوامی پلیٹ فارم سے بھی وہی کچھ کہا جو پاکستان کے سب بڑے بڑے شہروں میں چھوٹے بڑے عام جلسے منعقد کر کے بیان کیا اور کراچی' ملتان' لاہور' راولپنڈی اور پشاور میں چار چار پانچ پانچ خطبات خلافت میں جس کی شرح کا حق ادا کیا۔ آپ کو تو خوب معلوم ہے اور معاندین بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو موقع و محل کی مناسبت سے بات بدلنے کا فن جانتے ہیں' جمنا گئے تو جمنا داس اور گنگا گئے تو گنگا رام۔ ایک ہی پیغام ہے جسے لے کر وہ دنیا بھر میں صورت جام پھرے تاہم چونکہ ان کے اس خطاب کی ریکارڈنگ دستیاب ہو گئی ہے لہٰذا ہم آئندہ شمارے میں ان شاء اللہ اس کا پورا حصہ ترجمہ ورنہ ایک اچھا خلاصہ ہی نذر قارئین کر دیں گے۔ ترجمہ اس لئے لکھا کہ یہ خطاب بزبان انگریزی تھا۔ اور ڈاکٹر ابصار احمد یا ڈاکٹر عبدالسمیع میں سے کسی صاحب نے اس کانفرنس کا آنکھوں دیکھا حال سپرد قلم کر دیا تو وہ بھی۔ یہ حضرات امریکہ سے واپسی پر کانفرنس میں شرکت کر کے تشریف لے آئے ہیں لیکن طویل سفر کی تکان اترتے اترتے ہی اترے گی۔ فی الحال بین الاقوامی خلافت کانفرنس کی درج ذیل رپورٹ پر اکتفا کیجئے جو ۸ / اگست کے روزنامہ جنگ لندن میں شائع ہوئی :

لندن (سٹاف رپورٹر' علی کیانی) انٹرنیشنل خلافت کانفرنس نے اعلان کیا ہے کہ جب تک دنیا بھر کے مسلمان یکجا ہو کر خلافت کا نظام بحال نہیں کر لیتے اور مسلمان ملکوں کے کرپٹ سربراہوں سے نجات حاصل کر کے ان کی جگہ اسلام اور عوام دوست حکمران نہیں لے لیتے خلافت کے نظام کے لئے کام کرنے والے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ویمبلے ارینا میں اسلامی ممالک سے باہر ہونے والی سب سے بڑی اسلامی کانفرنس کے مقررین نے کہا ہے کہ کشمیر اور بوسنیا' فلسطین اور دوسرے ملکوں میں مسلمان جن مسائل سے دوچار ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ مسلمانوں میں اتحاد کا فقدان ہے اور مسلمان حکمرانوں کو ذاتی اور مغربی مفادات کا تحفظ عزیز ہے اور وہ مسلمانوں کے مفادات کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا نو آبادیاتی نظام اگرچہ بظاہر ختم ہو گیا ہے لیکن بلاواسطہ اور بالواسطہ طور پر یہ اب بھی قائم ہے کیونکہ مشرق وسطیٰ کے حکمران ہوں یا ایشیا کے مسلمان سربراہ' وہ سب امریکی مفادات کی نگرانی کر رہے ہیں اور اس کے عوض امریکہ ان کی کرسی برقرار رکھے ہوئے ہے۔ انہوں نے کہا مسلمانوں کو جس چیز

Rhetoric rules at Muslim conference

Vivek Chaudhary

ONE of the largest Muslim conferences outside the Islamic world ended in Wembley, north London, last night with delegates stamping their feet, chanting "God is great," and calling for the destruction of Israel.

Up to 8,000 attended the conference at Wembley Arena, organised by the Muslim Unity Organisation, a coalition led by Hizb ut-Tahrir (Party of Liberation). The delegates, mostly young British Muslims, heard one speaker after another urging them to help to establish the Khalafah, a global Islamic state not based on nationalism.

A declaration by the organisers stated that all regimes ruling in the Muslim world were invalid and not Islamic. To huge cheers, it called all negotiations and agreements with Israel illegal.

Omar Bakri Mohammed, the British leader of Hizb ut-Tahrir, in summing up the conference called for Muslim schools to be established in Britain. He added that Islam will one day be implemented in Britain.

The feared violence did not happen but there were chaotic scenes outside the arena as the delegates struggled to gain entry against tight security. The start was delayed by nearly an hour.

The organisers criticised Wembley Arena's officials for turning away up to 1,000 people who arrived without tickets, saying they were initially told the delegates would be able to gain admittance at the door.

Hizb ut-Tahrir stewards were accused of being heavy-handed and not allowing delegates to be interviewed by journalists waiting outside.

Television crews and photographers were banned from the conference, which was addressed by intellectuals and religious leaders from all over the world.

A speaker from Pakistan said: "We say to the Western world, 'Yes, we are fundamentalists. We can't make any compromises and bargains when it comes to Islam. But we are not terrorists and must do our duty to establish the global domination of the Khalafah'."

Before the conference started, a group of protesters led by Peter Tatchell, from the homosexual rights group, OutRage, were arrested. Holding placards reading Mullahs Kill Queers, they said they were protesting against the treatment of homosexualists in Islamic countries. Mr Tatchell and another protester were charged with obstruction and disorderly conduct.

Omar Bakri Mohammed stressed that Hizb ut-Tahrir, which is banned in several Arab countries, was not involved in terrorism. "We are a political party with an ideology. We don't take physical action against anyone. We believe thought is the way for revival and our aim is to carry the message."

Much of the Islamic rhetoric meant little to many of the young British Muslims, whom Hizb ut-Tahrir has been trying to recruit. Mohammed Ali from west London, said: "We've heard all this stuff before. It means little to us, and to be honest, you can hear speeches like this in every mosque in the country."

۸/اگست کے روزنامہ "گارجین" لندن میں کانفرنس کی رپورٹ

THE TIMES MONDAY AUGUST 8 1994

TIMES PAST THE TIMES FUTURE

MARCHING MUSLIMS

Reminders of the need for vigilance

The rally yesterday of some 8,000 Muslims in Wembley Arena provoked understandable nervousness in Britain and abroad. British and Israeli intelligence kept a close eye on the event, organised by the International Muslim Khalifah, in the wake of the recent bombing of the Israeli embassy. Charles Pasqua, the tough French Interior Minister, expressed his disturbance at the freedom of militant Islamic groups to operate in Britain at a time when France is still in shock at the latest murder of five French security officials in Algeria.

The event passed off relatively peacefully, justifying the police and Home Office decision not to cancel the rally on public order grounds. The timing, nevertheless, draws attention to the growing number of fundamentalist activists who have come to Britain and whose activities and ideologies are worrying to Western interests.

This country's liberal asylum laws are easily used by those who preach intolerance and anti-Western hostility in the countries from which they have fled: the Iranian Mujahidin Khalq opposition, Kurdish PKK guerrillas, fundamentalist dissidents from Saudi Arabia and Tunisia and the Algerian Islamic Salvation Front (FIS) are among the more unsavoury anti-democratic groups that have set up bases here. The security services keep a close eye on their activities, but as long as they do not break any British laws, they can further their causes from the safety of this country, despite lobbying by frustrated Middle Eastern governments.

France too used to be a haven for such groups; it was from France that Ayatollah Khomeini returned to Iran to set up his monstrous regime. M Pasqua now takes a very different line, and accuses Britain, Germany and the United States of harbouring Algerian militants. His government has just rounded up and interned known supporters of the FIS. Paris has given strong backing for the Algerian government's ruthless campaign and has suffered the consequent targeting of French citizens.

Algeria is rapidly becoming a nasty problem for its neighbours. Sooner or later the FIS, denied the legitimate fruit of its likely general election victory, will seize power. France is short-sighted in holding out against any dialogue with the FIS. The government's accusations against its Western allies are evidence of its desperation in how to handle the fundamentalist threat. Britain cannot afford to be smug, and must ensure that no terrorist actions are planned from this country. But it should nudge Paris to avoid becoming more deeply enmeshed in the Algerian imbroglio.

کی کمی ہے وہ ایک ایسا سیاسی نظام اور ایسی قیادت ہے جو انہیں مشکلات سے نکال سکے اور انہیں ایک امہ کی لڑی میں پرو سکے۔ انہوں نے کہا یہ قیادت صرف خلافت کے نظام کی بحالی سے مل سکتی ہے اور یہی خلافت کانفرنس کا ایجنڈا ہے جو اللہ اور رسول نے دیا ہے۔

کانفرنس سے، جس کی صدارت حزب التحریر کے سربراہ عمر محمد باقری نے کی، تقریر کرتے ہوئے تنظیم اسلامی کے سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ نو آبادیاتی نظام بظاہر ختم ہوگیا ہے لیکن امریکہ اور مغرب کی پالیسیاں اب بھی تمام مسلمان ملکوں کو کنٹرول کر رہی ہیں۔ اس وقت دنیا میں ایک بلین سے زیادہ مسلمان ہیں جو کل آبادی کا ایک چوتھائی ہیں لیکن ہماری آواز نہیں سنی جاتی۔ ہمارے وسائل مغربی دنیا اپنے اوپر خرچ کر رہی ہے کیونکہ ہم متحد نہیں ہیں اور برائے نام مسلمان رہ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہمیں اسلام کا احیاء کرنا ہوگا اور رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کو مشعل راہ بنانا ہوگا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا مسلمانوں کو دہشت گرد اور بنیاد پرست کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ہمیں اسلام کے احیاء کے لئے ہر قربانی دینی ہوگی اور اس مقصد کے لئے اپنی روح کو صاف کرنا ہوگا' اپنی جماعت ترتیب دینا ہوگی اور خدا کا پیغام پھیلانا ہوگا۔

عرب مقرر ابو طلحہ نے کہا اس وقت کشمیر اور فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے مغربی طاقتوں کے معاشی دباؤ کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں نے خود کو قوم پرستی میں الجھا رکھا ہے۔ مسلمانوں کا خون جو کبھی بہت مقدس ہوتا تھا اب اتنا سستا ہوگیا ہے کہ بوسنیا اور کشمیر میں ہزاروں افراد قتل کردیئے گئے ہیں لیکن اسلامی دنیا کے کسی بھی ملک نے اس کے خلاف احتجاج نہیں کیا۔ مسلمانوں پر ان لوگوں کی حکومت ہے جو مغربی مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ ابو طلحہ نے کہا یہ مشکلات اس وقت سے آن پڑی ہیں جب سے ۱۹۲۴ء میں خلافت کا نظام ایک سازش کے تحت ختم کیا گیا۔ ابو طلحہ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ متحد ہوں اپنے وسائل یکجا کریں کیونکہ مغرب انہی کے ذرائع استعمال کرکے

MONDAY 8 AUGUST 1994 THE INDEPENDENT

Fundamentalist gathering seeks political overthrow of Western democracies

Muslims call for Israeli state to be destroyed

TIM KELSEY

THOUSANDS of delegates at an Islamic conference in London last night cheered a resolution calling for the destruction of the state of Israel.

The 8,000 Muslims who attended the conference at Wembley Arena were told by members of the Hizb ut Tahrir, an extremist group which has called for the hijacking of Israeli aircraft, that they should work to overthrow the political regime in Britain and other Western nations to allow for the foundation of an Islamic superstate.

And at the end of the conference, the organisers declared a series of resolutions which included the statement that "there is no peace for the state of Israel until the state of Israel is demolished".

Other final resolutions included the statement that "all regimes in the Islamic world have no legitimacy in Islamic law" and, most radically, a resolution condemning all international organisations

Participants stood up with fists raised, shouting 'God is great'

tremists and the fact that over 4,000 homosexuals have been executed in Iran since 1980. They are beheaded and sometimes thrown over clifftops."

The protest was not aimed at all Muslims, he said, only at the most intolerant elements. He alleged that during the course of the demonstration he and his colleagues received death threats. "We were told by some of the Muslims that we would be tracked down and killed," he said.

The conference — believed to be the biggest gathering of fundamentalists staged outside the Middle East — had been seen as a flashpoint between radical young Muslims and Jews after two bomb attacks against Israeli targets in London last month, but serious trouble was avoided, although some newsmen and photographers said they were threatened when they tried to interview delegates.

The widespread concern that the conference would provoke violence led Jewish ...ups, Brent council and local ... demand ... week that ... The ... Office ... ad

ان میں اختلافات پیدا کر کے اپنے مفادات کو آگے بڑھا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حالیہ ریسرچ سے یہ بات سامنے آگئی ہے کہ اسلام کا احیاء ہو رہا ہے' اسلام نے اگر ختم ہونا ہوتا تو ثمرقند اور بخارا سے ہی ختم ہو گیا ہوتا یا پھر بوسنیا' کویت اور کشمیر میں ختم ہو جاتا لیکن اسلام وہ قوت ہے جو نہ پہلے ختم ہوئی ہے اور نہ اب ختم ہوگی۔ اسلام کو نیشنل ازم' سوشل ازم یا کسی اور ازم سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے کہا میڈیا میں مسلمانوں کے خلاف ایک جنگ جاری ہے۔ اسلام میں نہ بنیاد پرستی ہے نہ انتہاپسندی اور نہ دہشت گردی۔ انہوں نے کہا مسلمانوں کا اپنا ایجنڈا ہے اور ہم میڈیا کے ایجنڈا کے مطابق نہ تو کام کریں گے اور نہ کسی سازش کو کامیاب ہونے دیں گے۔

بوسنیا کے نمائندہ عبداللہ کیپاچیوں نے کہا بوسنیا میں ہزاروں افراد قتل کر دیئے گئے ہیں' ہزاروں خواتین کی عصمت دری کی گئی ہے' لاکھوں بے گھر ہیں لیکن مغربی ممالک تو درکنار ایک بھی مسلمان ملک نے اس کے خلاف اعلان جنگ نہیں کیا۔ ہم دنیا بھر سے مدد طلب کر رہے ہیں لیکن ہماری درخواست نظرانداز کی جارہی ہے۔ ہم صرف ایک امہ کے طور پر زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ امہ ایک بہت بڑی قوت ہے۔ انہوں نے کہا بوسنیا میں اسلام کا احیاء ہوگیا ہے' یہی صورتحال دوسرے ملکوں میں بھی ہے۔ بوسنیا ہو یا کشمیر ہمیں ایک قیادت کی ضرورت ہے۔ یہ قیادت مساجد کے امام مہیا نہیں کرسکتے۔ یہ صرف اور صرف خلافت کے نظام کی بحالی سے میسر آسکتی ہے۔ کانفرنس کا تیسرا سیشن رات گئے ختم ہوتا تھا۔ کانفرنس کا دلچسپ پہلو یہ تھا کہ اس میں ایک بھی پیشہ ور مذہبی لیڈر دکھائی نہیں دیا۔ کانفرنس میں مختلف ممالک کے نوجوان لڑکے لڑکیاں' یونیورسٹیوں اور کالجوں کے طلبہ و طالبات کی اکثریت نے شرکت کی۔ بعض فیملیز اپنے ساتھ کم عمر بچے بھی لائے تھے۔ ویمبلے ایرینا وقفوں وقفوں کے بعد اللہ اکبر کے نعروں سے گونجتا رہا۔

کانفرنس کے دوران ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے عمر محمد باقری نے اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کی شرکت کو احیاء اسلام کے لئے انتہائی حوصلہ افزا قرار دیا۔ انہوں نے کہا کانفرنس کا مقصد مسلمان ممالک کو درپیش مشکلات اور خلافت کے نظام کے قیام کا جائزہ لینا تھا لیکن مغربی پریس نے اس مسئلہ کو نظرانداز کر کے کانفرنس کو متنازع بنانے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا کانفرنس کے لئے وسائل حزب التحریر کے ارکان اور برطانیہ کے مسلمان کمیونٹی نے ادا کئے ہیں۔ کانفرنس کے لئے کسی بھی اسلامی ملک سے

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

حبیب اللہ شاہد

ضبطِ تولید کے مضمرات اور نقصانات

صلیب بردار مغرب مسلمانوں کی آبادی میں اضافے سے ہراساں ہے

مغرب کی نصرانی طاقتیں اسلام کے خلاف جس صلیبی جنگ میں مصروف عمل ہیں اس کے فوری مقاصد ایسے حالات پیدا کرنا ہیں کہ جن کی موجودگی میں عالم اسلام معاشی' معاشرتی اور عسکری لحاظ سے بتدریج تباہی و بربادی کے عمیق گڑھے میں اترتا چلا جائے۔ مغرب کی ان عیسائی طاقتوں نے دراصل مروج انجیل کے اس جملے کو نیو ورلڈ آرڈر کا خوبصورت جامہ پہنایا ہے جس میں یہ نوید دی گئی ہے کہ "یسوع دنیا کی تمام باغی اقوام پر لوہے کے عصا سے حکومت کرے گا"۔ اور ظاہر ہے کہ مغرب کے استبداری نظام کے خلاف بغاوت کے اگر کہیں جراثیم پرورش پا رہے ہیں تو وہ عالم اسلام ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صلیب کے علمبردار دنیا بھر میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مسلمانوں کی نسل کشی میں مصروف عمل ہیں۔ مسلمانوں کی نسل کشی سے متعلقہ اعداد و شمار کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ۱۵ تا ۳۰ برس کے مسلم نوجوانوں کو وحشیانہ کارروائیوں کے دوران خصوصی طور پر نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور جہاں جہاں نسل کشی کا یہ سلسلہ جاری ہے وہاں کی آبادی کو خصوصی طور نوجوانوں سے محروم کرنے کی حکمت عملی پر نہایت کامیابی سے عمل کیا جا رہا ہے جبکہ مسلم خواتین کی آبروریزی کرتے ہوئے انہیں سرب' اسرائیلی یا ہندو بچہ جننے کی وعید دی جاتی ہے۔

مسلم نسل کشی کا یہ عمل اگر ایک جانب ہلاکت خیز ہتھیاروں کے ذریعے کیا جا رہا ہے تو دوسری جانب بہبود آبادی کے نام پر مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی پر کنٹرول کرنے کی کامیاب کوششیں کی جا رہی ہیں۔ پاکستان میں جہاں مغرب کے استبدادانہ نظام کو چیلنج کرنے کا خمیر موجود ہے اور جہاں نوجوانوں میں جہاد کا جذبہ بھی بدرجہ اتم موجود ہے' دشمنان اسلام لمبے عرصے پر محیط حکمت عملی کے تحت خاص طور پر بہت زیادہ متحرک ہیں۔ بدقسمتی سے ان طاقتوں کو اپنی اس ناپاک مہم کے لئے خام مال قوم پرستوں' بے راہرو نوجوانوں' سیکولر جنٹل مینوں' اسلام بیزار وکلا' صحافیوں اور اقلیتی تنظیموں کی صورت میں وافر مقدار میں میسر ہے۔ چنانچہ ہیجان خیز موسیقی' فحش فلموں' نشے اور مغربی تہذیب کی مصنوعی چکاچوند سے جہاں ملک کے نوجوان طبقے کی تعمیری صلاحیتوں کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے' وہاں ضبط تولید کی نہایت ہی گراں اشتہاری مہم کے ذریعے اخلاقیات کے علاوہ ملکی معیشت اور عسکری بنیادوں کو بھی کھوکھلا کرنے کی سازش کی جا رہی ہے۔ ذرائع ابلاغ پر جاری اس اشتہاری مہم کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بددیانتی' بدمعاملگی' کرپشن' منشیات فروشی' نااہل و بے ضمیر سیاستدان' نکمی خارجہ پالیسی' صنعتی و زراعتی رکاوٹیں' فی ایکڑ کم پیداوار اور تحقیقی مراکز کی کمی تو کوئی مسئلہ سرے سے ہے ہی نہیں بلکہ پاکستان کا اصل اور گھمبیر مسئلہ صرف بڑھتی ہوئی آبادی ہے۔

آبادی سے متعلقہ بحث کو مزید آگے بڑھانے سے پیشتر ہمارے لئے یہ جاننا بھی کافی دلچسپ ہوگا کہ مالتھوس کو' جسے خاندانی منصوبہ بندی کے فلسفے کا بانی گردانا جاتا ہے' خود اپنے زمانے میں ہی بڑی زبردست تنقید کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ مالتھوس کے اس نظریہ کو کہ "زمین میں اب اتنی استطاعت نہیں رہی کہ وہ تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کا پیٹ پال سکے' جدید سائنسی تحقیقات بالخصوص پلانٹ بریڈنگ اور نباتی جینیات "PLANT GENETICS" کے شعبے میں کی جانے والی حیرت انگیز تحقیقات نے بالکل ہی رد کر دیا ہے۔ سائنسدانوں نے نہ صرف زیادہ بار آور فصلیں تیار کر لی ہیں بلکہ اجناس کی وہ اقسام بھی دریافت کر لی گئی ہیں جو موسم کی شدت کے علاوہ بیماریوں کے خلاف مدافعت کی بھی بھرپور صلاحیت رکھتی ہیں۔

جہاں تک ذرائع پیداوار کے معاشرے پر اثر کا معاملہ ہے' H.C.CAREY کی معرکہ آلاراء کتاب "پرنسپل آف سوشل سائنس" مالتھوس کے نظریہ آبادی پر نہایت ہی کاری ضرب ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے مالتھوس کے نظریات کو نہایت ٹھوس حقائق کے ساتھ مسترد کر دیا ہے۔ یاد رہے کہ ہربرٹ اسپنر جیسے فلسفی نے بھی مالتھوس کے نظریہ آبادی کو رد کرتے ہوئے کہا تھا کہ "قدرت اتنی بے رحم نہیں کہ شجر انسانی کو خود اس کے پھول کے باعث ٹوٹ کر گرنے دے"۔ یہی وجہ ہے کہ جب یورپ میں آبادی کو کنٹرول کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا تو صرف تین دھائیوں کے بعد ہی اس کے تباہ کن اثرات سامنے آنا شروع ہو گئے۔ ضبط تولید کا نتیجہ یہ ہے کہ اخلاقی بے راہ روی تو ایک جانب رہی "خاندان" جیسے بنیادی ادارے کی تباہی نے مشاہیر یورپ کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔ اس کے باوجود افسوس کا مقام یہ ہے کہ ایک چلے ہوئے کارتوس کو ہمارے یہاں دوبارہ آزمایا جا رہا ہے۔ حکومتی سطح پر اس مہم کی پذیرائی کا یہ عالم ہے کہ ایک غیر مسلم شخص کو اس سازشی مہم کا قائد بنا دیا گیا ہے' جس کی کامیابی ایک اسلامی مملکت کے دیرپا مفادات کو شدید نقصان پہنچانے کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ لیکن سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ حکومتی سطح پر ایک غیر مسلم فرد کے ذریعے علی الاعلان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات و فرامین کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔

تمام عالم کا پرورش کرنے والا ہمیں حکم دے رہا ہے کہ "افلاس کے خوف سے اپنی اولادوں کو قتل نہ کرو' ہم انہیں بھی رزق فراہم کرتے ہیں اور تمہیں بھی" (بنی اسرائیل : ۳۱) جبکہ حکومت وقت اس پروپگنڈاہ میں مصروف ہے کہ رزق کے وسائل محدود ہیں۔ اسی طرح اللہ کے رسول محمد ﷺ کا اپنے

امتیوں کو فرمان ہے کہ ان پاک بیبیوں سے نکاح کرو جو تمہیں زیادہ اولاد دیں اور تم سے محبت کریں جبکہ حکومت کا اصرار ہے کہ زیادہ بچے جی کا جنجال ہیں' معیبت ہیں اور محدود وسائل پر بوجھ ہیں۔ اس جسارت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بخلاف اعلان جنگ نہ سمجھا جائے تو کیا کہا جائے؟ لاریب پروردگار کا فرمان برحق ہے کہ ہماری اور ہمارے بچوں کی روزی کا واحد کفیل وہی ہے۔ دراصل وسائل کی عدم موجودگی یا کمی ایک صریح کذب ہے۔ غیر منکشف وسائل کا ذکر تو خیر بعد کی بات ہے' خلوص نیت کی کمی نے معلوم وسائل سے جو فائدہ اٹھایا ہے وہ بھی سب پر عیاں ہے۔ ان معلوم وسائل کے بارے میں پیش بندی کی عدم موجودگی نے پاکستان کو ابھی تک اسی منزل سے کوسوں دور رکھا ہوا ہے جس کا خواب تحریک پاکستان کے دوران دیکھا گیا اور جس کے لئے بیش بہا قربانیاں دی گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ لامحدود وسائل موجود ہیں لیکن قوم کی دولت ہضم کرنے والے ایک مخصوص طبقے نے عوام کی خون آشامی کو اپنا فرض سمجھ رکھا ہے۔ یہ بات کون نہیں جانتا کہ عوام کے خون پینے سے کمائی ہوئی دولت کا ایک بہت بڑا حصہ سیاستدانوں' جاگیرداروں' صنعت کاروں' سمگلروں' بیوروکریسی اور سود خور یورپی اقوام کی تجوریوں میں چلا جاتا ہے۔ لہٰذا پاکستان کا اصل مسئلہ بڑھتی ہوئی آبادی نہیں بلکہ وسائل کی منصفانہ تقسیم اور نظام عدل اجتماعی کا قیام ہے۔

توجہ طلب امر یہ ہے کہ آبادی کی افزائش کا خوف دلا کر وسائل پر قابض صاحب اختیار طبقہ اپنے بیرونی آقاؤں کی خواہش کے مطابق اسلامی مملکت کے شجر سایہ دار کی جڑیں کاٹنے میں پوری قوت سے مصروف عمل ہے لہٰذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے حلقہ احباب کو ضبط تولید کے مضر اثرات سے آگاہ کرے تاکہ سیکولر اذہان کے عمال حکومت اور بیرونی دشمنوں کی سازش کا توڑ کیا جا سکے۔ ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ ہم لوگوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کریں کہ اقوام کی بقا کا راز افزائش آبادی میں پنہاں ہے۔ تاریخ کا مطالعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ قلیل آبادی والی وہ مملکتیں جو ہماری طرح رائج الوقت عسکری و معاشی ہتھیاروں سے تہی دست تھیں نہایت آسانی کے ساتھ طاقتور پڑوسیوں کے ہاتھوں اپنی عزت' غیرت اور سرحدوں کو لٹا بیٹھیں۔ اور اسی ضمن میں ہمیں ضبط تولید کے شائقین سے یہ بھی پوچھنا چاہئے کہ نوے کروڑ آبادی سے مالامال بھارت اور ایک ارب سے زائد آبادی کے ملک چین کے کونے میں پڑا ہوا ایک قلیل آبادی والا ملک جس کا ہر شہر اور ہر قریہ بھارتی میزائلوں کی زد میں ہے' اپنے وجود کا تحفظ کس طور ممکن بنا سکے گا؟

ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ خلاف فطرت امور کی انجام دہی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ ضبط تولید یا خاندانی منصوبہ بندی بھی ایک خلاف فطرت امر ہے اور اس کے نتائج اتنے سنگین ہیں کہ اقوام کی بقاء داؤ پر لگ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ضبط

دی اسلامک سوسائٹی آف اورنج کاؤنٹی

کیلیفورنیا کی جانب سے ایک خط

اخذ و ترجمہ : سردار اعوان

۲۶ جولائی' ۱۹۹۴ء

عزیز مسلمانو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

قاہرہ میں ۵ تا ۱۳ ستمبر ۱۹۹۴ء اقوام متحدہ کی آبادی اور ترقی کے بارے میں جو کانفرنس ہو رہی ہے اس کا ایک تجزیاتی خلاصہ اس خط کے ساتھ منسلک ہے۔ یہ کانفرنس دنیا میں خاندان کے ادارہ کی بربادی اور جنسی بے راہروی کو فروغ دینے کا نہایت خطرناک منصوبہ لئے ہوئے ہے۔ چونکہ یہ کانفرنس اسقاط حمل کو قانونی درجہ بھی دلانا چاہتی ہے اس لئے کیتھولک چرچ کے پوپ نے اس کی اعلانیہ مذمت کی ہے حالانکہ مسلمانوں کے لئے یہ کانفرنس اس سے کہیں زیادہ سنگین خطرات کا باعث ہے مگر یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ دنیا بھر سے کسی مسلمان راہنما نے اس کے خلاف آواز بلند نہیں کی۔

اس کانفرنس کے انعقاد کے لئے پوری دنیا کو چھوڑ کر ایک مسلمان ملک کا انتخاب اقوام متحدہ کے عزم اور حوصلہ کی دلیل ہے۔ اور اس کانفرنس کے لئے بطور چیئرپرسن پاکستان کی ایک نام نہاد مسلمان خاتون نفیس صادق کا تقرر کیا گیا ہے۔ گویا مسلمانوں کو زہر مسلمان ہی دیں اور کسی غیر کو اس "نسلی کشی" کے لئے موردِ الزام نہ ٹھہرایا جا سکے۔

خدارا مذکورہ دستاویز کا مطالعہ کریں اور مصر اور پاکستان کی حکومتوں اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو اپنے احتجاجی خطوط روانہ کریں' اس کانفرنس کو منسوخ کرائیں۔ مصر اور پاکستان کی حکومتوں کو تو چاہئے تھا کہ مسلم سکالروں اور سوچ بچار کرنے والے حضرات کو جمع کرتیں اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اقوام متحدہ کو اس کی ان سازشوں کا منہ توڑ جواب دیتیں۔

اس خط کے ساتھ اقوام متحدہ کے آبادی اور ترقی' کے منصوبہ کا جو خلاصہ منسلک کیا گیا ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ اقوام متحدہ اس منصوبے کی آئی۔ ایم۔ ایف اور ورلڈ بنک کی طاقت سے مسلمان ممالک سے تعمیل کرائے گی اور وہ یہ کہ وہاں تسلیمہ نسرین کلچر' یا Aids کلچر کو پروان چڑھایا جائے اور اسے فروغ حاصل ہو۔ پاکستان اور مصر کا جہاں تک تعلق ہے ہمارے خیال میں یہ کام پہلے ہی یہاں کی حکومتیں "بہبود آبادی" کے عنوان سے بخوبی انجام دے رہی ہیں اب تو وہ اس قابل ہیں کہ دوسرے مسلمان ممالک' خصوصاً عرب ممالک کو راہنمائی فراہم کر سکیں۔ آخر ان دو ممالک کو اقوام متحدہ نے بلاوجہ یہ اعزاز نہیں بخشا' کارکردگی دیکھ کر ہی فیصلہ کیا ہوگا۔

اسلام کے لئے پاکستانی حکومت تو پہلے ہی بہت زیادہ سرگرم عمل ہے ابھی کچھ ہی روز پہلے وزیراعظم ہاؤس میں میلاد کی محفل منعقد ہوئی ہے جس میں وزیراعظم صاحبہ نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔ کوئی دن خالی نہیں جاتا جس روز کسی اہم راہنما کی طرف سے کسی نہ کسی مزار پر چادر نہ چڑھائی جاتی ہو۔ حج اور عمروں کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔ خود حکمران ہی نہیں' ہزاروں لوگ سرکاری خرچ پر یہ سعادت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ جس کے طفیل پینے کا پانی چاہے فراہم نہ ہو' فحاشی اور عریانی کی کوئی کمی نہیں جبری آبرو ریزی اور گینگ ریپ کے واقعات میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

تولید کو یورپی اقوام عملاً ترک کر چکی ہیں۔ جرمنی، فرانس، برطانیہ، سویڈن، ناروے اور آسٹریلیا وغیرہ میں بچوں کی پیدائش کے لئے ترغیبات دی جا رہی ہیں۔ رومانیہ جیسے پسماندہ ملک میں اسقاط حمل کو قانونی طور پر ممنوع قرار دیا جا چکا ہے اور ان جوڑوں کے لئے خصوصی مراعات کا اعلان کیا گیا ہے جن کے زیادہ بچے ہیں۔ عیسائیوں کے روحانی رہنما پوپ جان پال نے بھی اپنے بیرونی دوروں میں بارہا اس موقف کا اظہار کیا ہے کہ چرچ شادی اور خاندان سے متعلق امور میں اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کرے گا اور ضبط تولید و اسقاط حمل کی مخالفت جاری رکھے گا۔ اسرائیل کی صیہونی حکومت بھی آبادی کی افزائش کے لئے کوشاں ہے اور اس سلسلے میں شمعون کا وہ بیان خصوصی اہمیت کا حامل ہے جس میں اس نے یہودی جوڑوں سے اپیل کی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کریں کیونکہ آبادی میں اضافے کی شرح میں کمی ایک بڑے قومی نقصان کا باعث ہو سکتی ہے۔ حد یہ ہے کہ سنگاپور جیسا مختصر سا ملک بھی افزائش نسل کی مہم چلا رہا ہے۔

یہ تو اقوام کا ذکر تھا کہ ضبط تولید کا عمل اقوام کی بقا کے لئے خطرہ بن سکتا ہے لیکن اگر ہم صرف فرد کو بھی لیں تو ضبط تولید کے مضمرات اتنے تباہ کن ہیں کہ صحت تو ایک جانب رہی جان کے لالے بھی پڑ سکتے ہیں مثلاً

☆ مانع حمل ادویات و ذرائع اختیار کرنے والی خواتین ہارمونوں کے عدم توازن کا شکار ہو کر طبعی و نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ بیضہ دانیوں اور رحم کے کینسر کی ایک بڑی وجہ مانع حمل ادویات و ذرائع کا استعمال ہے جو بالآخر کربناک موت کا سبب بن جاتا ہے۔

☆ مانع حمل ادویات کے استعمال کے باعث بقائے انسانی سے متعلقہ خلیات کی کیمیائی و طبعی ترکیب پر برا اثر پڑتا ہے۔ کروموسومز پر اس کے اثرات جین کی خرابی کا موجب بنتے ہیں۔ کرومی دھاگوں میں ٹوٹ پھوٹ کا عمل حیاتیاتی کوڈ (Genetic Code) پر اثر انداز ہو کر موروثی اور خطرناک بیماریوں کا باعث بن سکتا ہے۔ ضبط تولید سے متعلق ادویات کا استعمال جینیاتی خلیات کے کیمیائی حیاتیاتی عمل میں رکاوٹ کا باعث بنتا ہے اور متاثرہ خلیات آئندہ ہونے والی اولاد یا پھر اولاد کی اولاد میں جسمانی عوارض پیدا کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

لائبریریاں... جن کے بغیر فروغِ تعلیم دیوانے کا خواب ہے

بدر منیر

جہاں کہیں شرح خواندگی بڑھانے، جہالت کی تاریکی مٹانے اور تعلیم عام کرنے کا ذکر ہو گا وہاں نئے سکولوں اور کالجوں کے قیام کے منصوبے پرانے سکولوں اور کالجوں کی حالت زار کو سنوارنے کی ضرورت کا احساس بھی ہو گا۔ یہ بات جزوی طور پر درست بھی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ تعلیمی اداروں کا وجود نہ ہو گا تو طلبہ اور طالبات اپنے علم کی پیاس بجھانے کہاں جائیں گے؟

تعلیم دو طرح کی ہے، رسمی تعلیم اور غیر رسمی تعلیم۔ رسمی تعلیم کے لئے ہم پرائمری، مڈل، ثانوی فیکلٹی، کالج، یونیورسٹی (طب، سائنس، کامرس، ہندسہ) کی درجہ بندی کے پابند ہیں جب کہ غیر رسمی تعلیم کے حصول کے لئے کسی خاص نظام کی قید نہیں۔ یہ تعلیم مساجد، مکاتب اور مدارس وغیرہ کے توسط سے حاصل کی جاتی ہے تاہم اس میں بھی کچھ استثنائی معاملات ہیں جیسے درس نظامی اور عربی فاضل وغیرہ۔

معاشی اور معاشرتی مجبوریوں نے انسانی قدروں کو زر و جواہر میں تولنا شروع کیا تو پوری سوسائٹی کا رخ رسمی تعلیم کی جانب ہو گیا۔ اسی کو معیار زندگی بنایا گیا، اسی کے حصول میں انفرادی اور اجتماعی توانائیاں جھونک دی گئیں۔ اس میں شک بھی نہیں کہ بیسویں صدی کی رسمی تعلیم نے انسانی معاشرے کی بہت سی خارجی و داخلی احتیاجات کو تسکین بہم پہنچائی لیکن یہ "سب کچھ" پھر بھی نہ بن سکی۔ یہ انسانی روح کی بالیدگی میں صفر ثابت ہوئی اور بہت سے پہلو تشنہ و توجہ طلب رہے۔ ہم اس دوڑ میں اپنی اخلاقی اور مذہبی قدروں کو یکسر بھول گئے۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے جس کو بھگت بھی رہے ہیں۔ تعلیم کی ترقی و ترویج اور تحقیق کے دائرے میں لائبریریاں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں جہاں مختلف انواع کی کتب دعوت مطالعہ دیتی ہیں۔ نور علم پھیلانے میں اگر لائبریریوں کو بنیادی عامل نہ سمجھا جائے تو تعلیم عام کرنے کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

دنیا کی ترقی یافتہ اقوام اپنے ممالک میں علم کی روشنی پھیلانے کے لئے لائبریریوں پر سرمایہ کاری کر کے اپنی قوم اور آنے والی نسلوں پر گراں مایہ احسان کرتی ہیں۔ اس بات کا اندازہ مشہور زمانہ لائبریرین مسٹر سمتھ کی کتاب "Library of Congress" کے ایک ہی جملے سے ہو جاتا ہے۔ "کسی معاشرے کی ترقی کے لئے سب سے بہترین سرمایہ کاری لائبریریوں کا قیام ہے"۔ غیر رسمی تعلیم، رسمی تعلیم اور تحقیق میدان میں لائبریریوں کا بڑا دخل ہے۔ لائبریریاں چند ہزار کتب کے مجموعے کا نام نہیں بلکہ یہ تو اس شمع کا نام ہے جس کے گرد علم کے پروانے عقل و دانش کی روشنی حاصل کرنے کی غرض سے طواف کرتے ہیں۔ بیسویں صدی کے کئی فلسفی جن میں فرانس کے "ساک" کا نام قابل ذکر ہے، باقاعدہ کسی مدرسے نہیں گئے بلکہ اپنے باپ دادا کی قائم کردہ لائبریریوں میں اپنے اساتذہ کی راہنمائی میں مطالعہ اور تحقیق کر کے سائنس، ٹیکنالوجی اور ادب کی ترقی یافتہ دنیا میں اپنا لوہا منوا رہے ہیں۔

دور جانے کی ضرورت نہیں، مشرق وسطیٰ کے ممالک جن سے ہم اپنے مذہبی اور ثقافتی رشتے استوار کرتے نہیں تھکتے وہ بھی اپنے عوام کو علم کی نعمت سے بہرہ مند کرنے کے لئے بے پناہ وسائل بروئے کار لا رہے ہیں۔ وہاں پر وزارت تعلیم کی نگرانی میں ہر چھوٹے اور بڑے منطقے میں کتابوں کے ایک بڑے ذخیرے پر مشتمل لائبریری قائم کر دی گئی ہے جس میں طالبان علم اپنی ضرورت کے مطابق صبح و شام استفادہ کرتے ہیں۔ ان ملکوں کی شرح خواندگی نے حالیہ برسوں میں حیرت انگیز اضافہ دکھایا ہے۔ کاش! پاکستان کے ارباب اختیار آپس کی چھینا جھپٹی سے تھوڑا وقت نکال کر اس حساس موضوع پر توجہ دیں! فاعتبروا یا اولی الابصار۔○○

پاکستان کے دوستوں کو تو وطن کے بہی خواہوں کی پہچان ہونی چاہیے

نعیم اختر عدنان

شکوۂ اربابِ وفا

"نوائے وقت" کو ارسال کردہ ایک تحریر جو اشاعت کے قابل نہ سمجھی گئی

حمید نظامی مرحوم کے نوائے وقت کو بجا طور پر تحریک پاکستان کے نقیب و ترجمان کی حیثیت حاصل تھی جبکہ آج نوائے وقت مجید نظامی صاحب کی زیر صدارت پاکستان کی صحافت کے آسمان پر ایک روشن ستارے کی مانند اپنے وجود کا خود آپ گواہ بنا ہوا ہے' دین و وطن سے محبت رکھنے والا ہر باشعور پاکستانی یہ چاہتا ہے کہ پاکستان نہ صرف سلامت رہے بلکہ وہ قوموں کی صف میں ایک ترقی یافتہ' باوقار اور مضبوط ملک بن کر ابھرے۔ اسی جذبے اور خواہش کو پروان چڑھانے کے لئے "نوائے وقت" بھی اپنی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جس کا اعتراف ملک کے سبھی طبقات کو ہے۔ نظریہ پاکستان' تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے لئے جدوجہد کرنے والے قائدین اور کارکنوں سے "عشق" کی حد تک وابستگی نوائے وقت کا گویا نہ بھولنے والا سبق ہے' جسے ہم بھی لائق تعریف ہی گردانتے ہیں۔

جناب مجید نظامی صاحب صرف نوائے وقت ہی کے مالک و مدیر نہیں ہیں بلکہ وہ کئی ایک قومی اداروں سے بھی وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مجید نظامی صاحب کی شخصیت کو ملک کے تمام طبقات میں قابل عزت و احترام سمجھا جاتا ہے۔ مجید نظامی صاحب ایک صحافی ہونے کے ناطے خوب جانتے ہیں کہ پاکستان اس وقت کس قدر کٹھن اور مشکل دور سے گزر رہا ہے۔ ملک دشمن طاقتیں مسلسل اس کوشش میں لگی ہوئی ہیں کہ پاکستان کو عدم استحکام سے دو چار کرکے اس کی سلامتی کو مخدوش بنا دیا جائے۔ اس تناظر میں ہم ایک طائرانہ نظر اپنے محبوب وطن کی تاریخ پر بھی ڈالنا چاہتے ہیں کہ اب تک یہاں کیا کچھ ہوتا رہا ہے اور یہ سب کچھ کن لوگوں کے "کرتوتوں" کا نتیجہ ہے۔ سول اور فوجی بیوروکریسی نے جس طرح ملک کو آئین و قانون کی حکمرانی کی بجائے "مارشل لاء" کی بھینٹ چڑھائے رکھا سب کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ ہماری سیاسی و مذہبی جماعتوں کا اب تک طرز عمل اور کردار بھی ایسا نہیں رہا کہ ہم اس پر تحسین و آفرین کے ڈونگرے برسا سکیں۔

ہر دور میں مسلم لیگ سے وابستگی کا دعویٰ رکھنے والے اور اس کا دم بھرنے والے غیر جمہوری و غیر آئینی طریقوں سے چڑھتے سورج کی پوجا کرتے رہے۔ اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی بھی نہیں ہے۔ جہاں تک پاکستان پیپلزپارٹی کا تعلق ہے' اس کی پالیسی و نظریات روز اول ہی سے متنازعہ چلے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسے ملک کو دولخت کرنے کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اس کی تیسری حکومت کے بارے میں بھی بہت سے لوگ یہ رائے رکھتے ہیں کہ یہ جماعت ملک کو کمزور کرنے کی سازش کر رہی ہے۔ اور یہ کہ یہ وطن دشمن اور دین مخالف پارٹی ہے۔

یہ رام کہانی تو ملک کی دو بڑی سیاسی پارٹیوں کی ہوئی جو بلا شرکت غیرے ملک کے اقتدار اعلیٰ پر کئی بار قابض رہیں۔ اب کچھ ذکر خیر مذہبی جماعتوں کا بھی ہو جائے تو ایسی کوئی حرج والی بات نہیں۔ جماعت اسلامی کو چھوڑ کر باقی ماندہ جماعتوں کو مذہبی جماعتیں کہنا بھی سہی نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جماعتیں کم اور جمعیتیں زیادہ ہیں۔ ان کی بنیاد و اساس ہی "مسلک" پر قائم ہے۔ اس حوالے سے انہیں اگر مسلکی جماعتوں کا نام دے دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یہی مسلکی جماعتیں جب میدان سیاست میں بھی آن وارد ہوئیں تو اسلام اور اس کا نظام حیات بھی متنازعہ مسئلہ بن گیا۔ اور یوں ان جماعتوں کی سیاست بازی نے عملاً اسلام کے بطور نظام آگے آنے میں ایک بڑی رکاوٹ کھڑی کردی' جسے گرانا یا ہٹانا دیوار چین کو گرانے سے بھی مشکل نظر آتا ہے۔ جمعیت علماء پاکستان' جمعیت علماء اسلام (اپنے جملہ دھڑوں کے ساتھ) جمعیت اہلحدیث' جمعیت مشائخ' سپاہ صحابہ اور فقہ جعفریہ اس ملک میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے کسی نہ کسی گروہ کے زیر سایہ اپنی نشوونما میں مصروف عمل ہیں۔ ان کی اصلی حیثیت و پوزیشن سے تو باخبر لوگ واقف ہیں۔ ان جماعتوں سے عوام الناس کا حسن سلوک بھی سب کا دیکھا بھالا ہے۔ جماعت اسلامی اپنی ساخت اور اٹھان کے اعتبار سے ایک غیر مسلکی انقلابی جماعت تھی۔ مگر اب اس کا شمار بھی مسلکی سیاسی جماعتوں کی فہرست میں ہونے لگا ہے۔ اور اب قاضی صاحب کی زیر امارت تو جماعت اسلامی اسلامک فرنٹ کی صورت میں ملک کی سیاست پر نہ سہی ایک وقت میں صحافت پر تو چھا ہی گئی تھی۔ اگرچہ اس میں محنت بھی کافی لگی اور خرچہ بھی بہت ہوا۔ لیکن یہ ساری کارگزاری لاحاصل رہی۔ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب سیاست کے پر خار کوچے سے گزر کر بہت جلد اس سے اپنا دامن بچانے میں کامیاب ہوگئے۔ اور اب وہ اپنی تحریک کو انقلاب مصطفیٰ ﷺ کی بجائے تعلیمی انقلاب کی طرف موڑ چکے ہیں' جس کے ثمرات کی قوم شدت سے منتظر ہے۔

قارئین! ہم نے ملکی سیاست میں سرگرم عمل سیاسی و دینی جماعتوں کا ایک تعارف آپ کے سامنے پیش کیا' جس سے اختلاف یا اتفاق کرنا ہر شخص کا حق ہے۔ دیگر افراد اور جماعتوں میں ایک نام ڈاکٹر اسرار احمد اور ان کی تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت کا بھی ہے' جس کا منشور' طریقہ کار اور حدف مقرر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت اور ان کے نظریات سے ملک کا ایک بڑا حصہ خوب آگاہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی اسلام اور اس کے انقلابی تصورات سے وابستگی مشہور و معروف ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد اسلام کو ایک ایسا انقلابی دین تصور کرتے ہیں جو اعلیٰ ترین سطح پر عدل اجتماعی کا تصور رکھتا ہے' جس میں نہ کسی جاگیرداری کو کوئی تحفظ حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی سرمایہ داری کو امان ملتی ہے۔ سیاسی سطح پر انسانی حاکمیت کی بجائے وہ خلافت و نیابت کی بات کرتے ہیں۔ معاشی سطح پر

"ملکیت مطلقہ" کی بجائے امانت وکفالت عامہ کے اصول بیان کرتے ہیں۔ اور سماجی سطح پر کسی قدیم و جدید اونچ نیچ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ قارئین یہی کچھ تو اسلام ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے انہی نظریات کے ساتھ عرصہ پینتیس سال سے ایک منظم جدوجہد کر رہے ہیں۔ اسلام اور پاکستان سے ان کی وابستگی اور وفاداری کے سب ہی معترف ہیں' اپنے بھی اور بگانے بھی۔ ڈاکٹر اسرار احمد کی مساعی اور جدوجہد کے حوالے سے پوری دنیا ان سے باخبر ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اوقات پیشہ ورانہ رقابت یا کوئی دیگر مجبوری آڑے آجائے تو جان بوجھ کر حقائق سے گریز ہی نہیں' ان کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

ان تمہیدی گزارشات کے بعد ڈاکٹر اسرار احمد پر نوائے وقت کی مسلسل "نوازشات" کا جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ حقیقت حال بھی واضح ہوسکے اور کسی امکانی غلط فہمی کا بھی ازالہ کیا جاسکے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے ۶ مئی کے خطاب جمعہ میں پانچ نکاتی لائحہ عمل یا پروگرام پیش کیا۔ اس لائحہ عمل پر نوائے وقت اس وقت سے لے کر تادم تحریر حیلے بہانے ڈاکٹر اسرار احمد کے خلاف مورچہ زن نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے پانچ نکاتی لائحہ عمل پیش کرتے ہوئے کہا کہ اسے پورے کا پورا اختیار نہ کیا جائے گا تو پاکستان کے خاتمے کا وہ عمل ہماری دعاؤں کے علی الرغم مکمل ہو کر رہے گا جس کا آغاز ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کا پیش کردہ پانچ نکاتی پروگرام حسب ذیل ہے۔

☆ قرآن وسنت کی مکمل بالادستی

☆ جوہری توانائی حصول اور ڈنکے کی چوٹ ایٹم بم بنانے کا اعلان۔

☆ سود کا مکمل خاتمہ۔

☆ صدارتی نظام کو اختیار کرنا۔

☆ صوبوں کی نئی حد بندی۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے خطاب میں پاکستان کے مسلمانوں کو قوم یونس کی طرح توبہ کی تلقین بھی کی' جس کے بعد عجب نہیں کہ اللہ کی رحمت ایک بار پھر جوش میں آئے۔ (گویا ہمارے سروں پر منڈلانے والے عذاب کو ٹال دیا جائے) قارئین محترم یہ ہے وہ پانچ نکاتی پروگرام یا لائحہ عمل کہ جس کو بنیاد بنا کر نوائے وقت اب تک تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد پر کچھ زیادہ ہی نوازشات کی بارش برسا رہا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے پانچ نکاتی پروگرام کا پہلا نکتہ ملک پر قرآن و سنت کی مکمل بالادستی سے تعلق رکھتا ہے۔ ظاہر ہے اس سے کسی مسلمان کو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ ہم سب کی یہی خواہش اور آرزو ہے کہ کاش ایسا جلد ہو جائے۔

پروگرام کا دوسرا نکتہ ایٹمی پروگرام سے متعلق ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ تجویز ہم سب کے دلوں کی آواز ہے۔ اسے جتنی جلدی عملی جامہ پہنا دیا جائے اتنا ہی ملک و قوم کے حق میں مفید ہے۔ اس کے بغیر نہ ہم اپنا دفاع کرسکتے ہیں اور نہ ہی اپنی توانائی کی ضروریات کی تکمیل۔ پروگرام کا تیسرا نکتہ سود کے مکمل خاتمے سے تعلق رکھتا ہے۔ قرآن و سنت دونوں میں سود کی حرمت موجود ہے۔ پھر آج کی دنیا میں سود کو قوموں اور ملکوں کا استحصال کرنے کے لئے جس طرح بطور ہتھیار کے استعمال کیا جارہا ہے اس کی روشنی میں سود کے خاتمے کی تجویز ہر لحاظ سے قابل تحسین ہے۔ اگرچہ میرے خیال میں پروگرام کا تیسرا نکتہ زائد ہے اور پہلے نکتے قرآن و سنت کی بالادستی میں بھی آجاتا ہے۔ ان تین نکات پر جو حقیقت میں دو بنتے ہیں ملک پر قرآن و سنت کی بالادستی اور ایٹمی پروگرام پر دفائی مقاصد سمیت ہر تعمیری مقصد کے لئے استعمال کرنا۔ ان پر ظاہر ہے کہ نہ کسی پاکستانی مسلمان کو اعتراض ہوسکتا ہے اور نہ اختلاف اور نوائے وقت کے پالیسی ساز بھی اس کی تائید ہی کریں گے۔ اس پانچ نکاتی لائحہ عمل کے آخری دو نکات کا تعلق ملک کے جمہوری و سیاسی نظام سے ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کا کہنا یہ ہے کہ ملک میں پارلیمانی جمہوری نظام کی بجائے صدارتی جمہوری نظام رائج کیا جائے۔ ملک کے سیاسی نظام کے حوالے سے ہمارے سیاست دان اور دانشور بہت سی تجاویز دیتے رہتے ہیں۔ جن سے اگر بہت سے لوگوں کو اختلاف ہوتا ہے تو دوسرے بہت سے لوگ ان تجاویز سے اتفاق بھی رکھتے ہیں۔

قارئین کرام یقیناً اس حقیقت سے آگاہ ہوں گے کہ مغربی دنیا میں اس وقت دو طرح کے جمہوری نظام حکومت نافذ العمل ہیں۔ پارلیمانی جمہوریت کا بانی برطانیہ ہے۔ ہندوستان کی جمہوریت بھی پارلیمانی ہے اور بنگلہ دیش اور پاکستان میں بھی پارلیمانی جمہوری نظام ہی رائج ہے جبکہ امریکہ' فرانس' جرمنی اور کئی دیگر ممالک میں صدارتی جمہوری نظام رائج ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد جب صدارتی نظام کو اختیار کرنے کی بات کرتے ہیں تو وہ ساتھ ہی اسکے دلائل بھی دیتے ہیں' جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ صدارتی نظام حکومت خلافت راشدہ کے سیاسی نظام سے قریب تر ہے۔ صدر کی طرف سے بار بار اسمبلیوں کے توڑے جانے کا عمل ہمارے لئے مشکلات کا باعث بن چکا ہے لہٰذا اختیارات کی مرکزیت کو پورے ملک کے عوام کے ووٹوں سے براہ راست منتخب ہونے والے شخص کو دے دیا جائے تاکہ اسے ارکان اسمبلی کو سنبھالنے کے لئے منڈی لگا کر ان کی بولی نہ لگانی پڑے بلکہ وہ اطمینان سے اپنے منشور اور منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکے۔ ملک کے موجودہ سیاسی انتشار کو سامنے رکھتے ہوئے اس تجویز کو سرے سے رد کرنا مناسب نہیں ہے۔ البتہ اس تجویز کے حسن و قبح پر ہر کسی کو اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ نوائے وقت کے اداریہ نگار کے بقول "اگر پارلیمانی نظام انگریز کی وراثت ہے تو صدارتی نظام بھی تو امریکہ یا فرانس کا تحفہ ہے نیز صدارتی نظام آزمائش میں ناکام ہو چکا ہے (پاکستان کی حد تک)"۔ اس ضمن میں نوائے وقت کے قارئین کی خدمت میں یہ گزارش کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ پارلیمانی نظام سے بھی ہم نے آج تک کون سا ایسا تیر مار لیا ہے جس سے ہم یہ سمجھیں کہ ہمارے لئے یہی نظام موزوں ہے۔ اداریہ نگار کا یہ موقف کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا سبب صدارتی نظام ہی تھا۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں بہت سے عوامل اور کردار کارفرما رہے ہیں۔ اسے محض صدارتی نظام کے سر تھوپ دینا معقول بات نہیں ہے۔ ویسے ایوب خان اور یحییٰ خان کے مارشل لاء کو صدارتی نظام حکومت کی سند عطا کرنا شاید مناسب نہ ہو۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے پانچ نکاتی لائحہ عمل کا آخری نکتہ موجودہ چار صوبوں سے متعلق ہے۔ صدارتی نظام ہی کی طرح مزید صوبے بنانے کی تجاویز بھی کئی حلقوں اور شخصیتوں کی طرف سے آتی رہتی ہیں البتہ ڈاکٹر اسرار احمد بھی اپنی دانش و بینش سے صوبوں کی مزید تقسیم کو ملکی بقا و استحکام کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ نوائے وقت کے قابل احترام پالیسی سازوں کے علم میں یہ بات ضرور ہوگی کہ اس تجویز کا اصل مقصود کیا ہے اور یہ کس قدر نیک نیتی اور حب الوطنی کے جذبہ کی حامل ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کی رائے سے قطع نظر کرتے ہوئے میں ہفت روزہ تکبیر کراچی کے ۱۴/

جولائی کے شمارے میں پاک فوج کے جنرل (ریٹائرڈ) نوابزادہ شیر علی خان کے انٹرویو سے ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں تاکہ بات کو آسانی سے سمجھا جا سکے۔ نمائندہ تکبیر عرفان صدیقی کے ایک سوال کے جواب میں جنرل صاحب فرماتے ہیں" ..... جہاں تک میرا تعلق ہے میں غلامانہ دور کی مرکزیت کے خلاف ہوں۔ میرے خیال میں پاکستان کو مزید صوبوں میں تقسیم کرنا چاہئے بلکہ ضلعوں کو عملاً تمام شعبوں کا مرکز بنا کر صوبوں کا درجہ دے دیا جائے۔ اس وقت پنجاب کی آبادی باقی تینوں صوبوں کی نسبت زیادہ ہے۔ اس کے ممبر اگر ایک فیصلہ کرلیں تو باقی تینوں صوبے مل کر بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ صورت حال ملکی یک جہتی اور استحکام کے لئے بہتر نہیں ہے۔ پاکستان کو ایک رکھنے کے لئے بھی ون یونٹ کی نہیں کم از کم پچاس یونٹ کی ضرورت تھی۔ سپین میں صوبوں کا سائز اس بنیاد پر متعین کیا جاتا ہے کہ ایک خچر ۲۴ گھنٹے کے سفر میں اس کے صدر مقام تک پہنچ جائے۔ ترکی کا رقبہ ہم سے کہیں کم ہے لیکن وہاں ساٹھ صوبے ہیں"۔ قارئین اس اقتباس میں بیان کردہ دلائل کا بغور مطالعہ کریں گے تو جنرل صاحب کے موقف کی تائید کرنا ہی پڑے گی۔ افغانستان ہم سے کئی گنا کم آبادی اور وسائل کا حامل ملک ہے مگر اس میں صوبوں کی تعداد پچاس کے قریب ہے۔ اس وقت ملک پر بینظیر بھٹو کی حکومت ہے' جو پیپلزپارٹی کی چیئرپرسن ہیں۔ پیپلزپارٹی کے منشور میں بھی ضلعی گورنروں کی تجویز کا ذکر موجود ہے۔ ضلعی گورنروں کی تجویز بھی درحقیقت نئے صوبوں کی تائید ہی میں جاتی ہے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ اس تجویز پر بھی رد وقدح کی جاسکتی ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم تو ہے نہیں کہ اسے مانے بغیر چارہ نہ ہو۔

اب سوال باقی یہ رہ جاتا ہے کہ معاصر نوائے وقت کے ڈاکٹر اسرار احمد سے اتنے شدید اختلاف کی وجہ کیا ہے کہ وہ "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" کے مصداق گاہے گاہے ڈاکٹر صاحب کا بالتصویر تعارف چھاپتا رہتا ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ جس مضمون میں ڈاکٹر اسرار احمد کا نام بھی موجود نہیں ہوتا وہاں بھی (نوائے وقت کے کرم فرما) ڈاکٹر صاحب کی تصویر جڑ دیتے ہیں۔

قارئین اچھی طرح جانتے ہیں کہ محترم مجید نظامی مرکزیہ مجلس اقبال کے صدر بھی ہیں اور وہ ڈاکٹر اسرار کو اس مجلس میں تقریباً ہر سال بلاتے رہے ہیں۔ (اگرچہ اب یہ سلسلہ بند ہو گیا ہے) پھر یہ کہ طویل عرصہ سے ڈاکٹر اسرار احمد نوائے وقت کے قیمتی صفحات پر اپنا فکر پیش کرتے رہے ہیں۔ فوری طور پر ایسی کونسی وجہ ہو گئی ہے کہ مجید نظامی ڈاکٹر اسرار احمد کے یوں مدمخالف بن گئے جیسے نواز شریف بے نظیر کے فطری حریف بنے ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں نظریہ پاکستان اور پاکستان سے محبت نوائے وقت اور مجید نظامی صاحب کی مجبوری ہے اور یہی مجبوری ڈاکٹر اسرار احمد کی بھی ہے۔ یوں یہ دونوں شخصیتیں ایک دوسرے کی حلیف بنتی ہیں نہ کہ حریف۔ شاید نوائے وقت کو ڈاکٹر اسرار احمد کا یہ کہنا اچھا نہیں لگا کہ "بظاہر پاکستان کے ٹوٹنے کے عمل کا آغاز ہو چکا ہے جسے روکنے کے لئے ایک جامع پانچ نکاتی لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا"۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے یہ الفاظ واقعی "سخت" ہیں' جن پر نوائے وقت نے گرفت کی ہے۔ الفاظ کے استعمال سے قطع نظر وطن کے مستقبل کے بارے میں بہت سے اور لوگ بھی تشویش جتلا ہیں۔ نوائے وقت کے ذمہ دار حضرات کو چاہئے تھا کہ ڈاکٹر اسرار کو الفاظ کے چناؤ میں مناسب احتیاط کا مشورہ دیتے۔ میرے خیال میں ڈاکٹر اسرار احمد ایسے آدمی نہیں کہ وہ اسے لائق اعتناء نہ سمجھتے۔ مجھے نوائے وقت (جو میرا اپنا اخبار ہے) سے ایک شکوہ ہے اور وہ یہ کہ اختلاف اپنی جگہ مگر اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا کر ڈاکٹر اسرار کو تحریک پاکستان کے مخالفوں یا کانگرس نواز لوگوں کی صف میں کھڑا کر دینا اچھا نہیں لگا کہ یہ بات خلاف حقیقت بھی ہے اور خلاف واقعہ بھی۔

ڈاکٹر اسرار احمد پاکستان کے قیام کو نہ صرف درست سمجھتے ہیں بلکہ وہ اسے پوری دنیا میں اسلام کے احیائی عمل میں ایسی کلید سمجھتے ہیں۔ جو خدائی تدبیر کا حصہ ہے۔ وہ پاکستان کے قیام کو خدائی معجزہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ مفکر پاکستان علامہ اقبال کے جتنے شیدائی ڈاکٹر اسرار احمد ہیں اور کون ہوگا۔ وہ علامہ کو مفکر پاکستان ہی نہیں ترجمان القرآن اور مجدد تک کا خطاب دیتے ہیں۔ اسی طرح بانی پاکستان کی باکردار اور بے داغ شخصیت کو وہ پاکستان کے قیام کا بنیادی محرک قرار دیتے ہیں کہ ان کی قیادت کے بغیر شاید پاکستان کا قیام عمل میں نہ آتا۔ پاکستان سے اپنی دلچسپی و وابستگی کی داستان ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی کتاب "استحکام پاکستان" میں تفصیل سے بیان کر دی ہے۔ تفصیل کے طالب وہاں سب کچھ دیکھ سکتے ہیں۔ ان تمام معروضات کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد اور نوائے وقت دونوں میں تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے حوالے سے کوئی اختلاف سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ نوائے وقت جیسا موقر اخبار اپنے فطری اور روایتی حلیف سے جاری اپنی تازہ بہ تازہ نوازش پر ضرور نظر ثانی کرے گا۔ ابوالکلام آزاد مرحوم اور مولانا حسین احمد مدنی" کے تحریک پاکستان کے بارے میں جو نظریات تھے ڈاکٹر اسرار احمد کا ان سے نہ کوئی تعلق ہے اور نہ کسی قسم کا اتفاق۔ اس وضاحت کے بعد امید ہے کہ "ان کہی باتوں" پر تبصرے بند ہو جائیں گے۔ نیت کا حال تو اللہ ہی کو معلوم ہے اور وہ تو ہم سب کے دلوں کے رازوں سے خوب واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین اور وطن کی حفاظت کا جذبہ عطا فرمائے اور اس مقصد کے لئے اپنا سب کچھ لٹانے کی ہمت اور توفیق دے۔ آمین

بقیہ : وفاداری بشرط استواری

ہرگز تیار نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح ہدایت دے دی ہے کہ جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی تو ظالم ہیں' فاسق ہیں کافر ہیں۔

ہماری بوالعجبی کا یہ عالم ہے کہ اپنے بہترین خیرخواہ کے نظام سے تو منہ موڑا ہوا ہے اور یہود جن کے بارے میں یہ کہتے نہیں تھکتے کہ اسلام کے بدترین دشمن ہیں' انہی کے نظام کو سینے سے لگایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سیاستدانوں سمیت تمام دانشوران قوم کو عقل سلیم عطا فرمائے کہ وہ شعوری طور پر یہ محسوس کریں کہ اللہ کے وضع کردہ نظام سے منہ موڑ کر ایک جرم عظیم کے مرتکب ہو رہے ہیں جس کی بناء پر ہمیں عالمی سطح پر اور خود اپنے ملک میں ذلت و خواری کا سامنا ہے۔ ہمیں تو چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت کو فلسفہ انقلاب کی روشنی میں سمجھ کر انہی کے منہج کو اختیار کرتے ہوئے اس ملک کے مقصد وجود یعنی اسلامی نظام حیات کو قائم کرنے کی سعی کریں۔ باقی ہمارے سیاسی دانشوروں کا یہ فرمانا کہ پاکستان کو جدید جمہوری' پارلیمانی' فلاحی مملکت کا نمونہ بنایا جانا ہے' تو وہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ان خوبصورت الفاظ کے "لالی پاپ" سے عوام کو اب زیادہ دنوں تک نہیں بہلایا جاسکتا۔ ہماری وفاداری بشرط استواری صرف اللہ کے دین سے ہونی چاہئے۔ OO

بقیہ : حدیثِ امروز

اور کارواں بھی حال ہی میں جادہ پیما ہوا ہے لیکن نظامِ کہنہ کے پاسبانوں نے اب تک کسی خطرے کی بُو نہیں سونگھی' دین کو مذہب کی شکل دے کر فروختنی جنس بنا لینے والوں کو جبینوں سے پسینا پونچھنے تک کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور معاشرے نے کسی مثبت یا منفی ردعمل کا عملی اظہار نہیں کیا تو آخر کیوں؟ ان قافلوں کے ہمرکاب ہونے والوں کے بارے میں یہ کہنا تو غلط نہیں کہ "کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی" لیکن رہبرِ فرزانہ اپنی امیدوں کے چراغ کو ہمراہیوں کے محض ذوق و شوق کے روغن سے کب تک روشن رکھ سکے گا؟۔ اپنے آپ سے سوال کیجئے کہ اللہ کی راہ میں جان و مال کھپا کر رضائے الٰہی کے حصول کے جس مقصد کو شعوری طور پر زندگی کا حاصل سمجھا ہے وہ صرف ذہنوں میں محصور کیوں ہے' دل میں آرزو بن کر کیوں بس نہیں گیا؟۔ تصرف کے لئے ایک بار پھر اقبالؔ سے معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں' کہیں ایسا تو نہیں کہ۔

"آرزو اول تو پیدا دل میں ہوتی ہی نہیں"
ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام

کیونکہ آرزو پختہ ہو کر دل میں گھر کر لے تو آدمی کو بیٹھنے نہیں دیتی' چین نہیں لینے دیا کرتی!۔

ساتھیو! مشعلوں کو تیز کرو اور اس موقع کو غنیمت جانو جو تمہیں اس ملکِ خداداد میں دستیاب ہے کہ نقل و حرکت کی آزادی بھی میسر ہے اور لب بھی بولنے کے لئے آزاد ہیں۔ لوگ اس آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر جو منہ میں آئے بکتے چلے جاتے ہیں' ملک میں ایک طوفانِ بدتمیزی بپا ہے۔ ہم کیوں نہ جائز فائدہ اٹھائیں اور اپنے پیغام کو عام کریں۔۔۔ کاش حزب التحریر کے نوجوانوں سے ہم جذبۂ عمل مستعار لے سکیں جو اپنے ملکوں میں دستورِ زباں بندی کے باعث بات کرنے کو ترستے ہیں اور جنہیں دلوں کے ارمان نکالنے کے لئے پردیس میں ڈیرے ڈالنے پڑے ہیں۔OO

بقیہ : پریس ریلیز

عرب نوجوانوں کی تنظیم ہے جس کی تاسیس ۱۹۵۳ء میں اردن کے تقی الدین نبہانی نے یروشلم میں کی جو جلاوطنی کے دوران اردن اور عراق کے درمیان "نو مین لینڈ" میں خیمہ زن رہ کر اپنی تحریک کے لئے لٹریچر تیار کرتے رہے اور وہیں دفن ہوئے۔ نبہانی کا تعلق اخوان المسلمون سے تھا جس سے مایوس ہو کر انہوں نے اپنی نئی جماعت کی بنیاد رکھی۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ حزب التحریر کے وابستگان میں جوش' جذبے اور خلوص کی بہتات ہے

اور اسلام سے لگاؤ بھی سرسری یا زبانی کلامی نہیں بلکہ گہرا اور عملی ہے۔ اس کی اصل قوت عرب نوجوان ہیں جنہیں اپنے اپنے ملکوں میں چونکہ زبان تک کھولنے کی اجازت نہیں لہٰذا وہاں تو وہ زیرِ زمین رہنے پر مجبور ہیں لیکن امریکہ اور یورپی ممالک میں انہوں نے کھل کر اپنے کام کو منظم کیا ہے۔ ان کے موجودہ سربراہ کا نام ابوالقدیر قلوم ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ ان کا حلیہ کیا ہے اور کہاں بیٹھ کر وہ اپنی جماعت کی قیادت کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے انکشاف کیا کہ امریکہ میں بھی اس تنظیم کے اثرات تو موجود ہیں لیکن برطانیہ میں وہ دیکھتے ہی دیکھتے جنگل کی آگ کی طرح پھیلی ہے اور وہاں اس کے عروج کو پاکستان میں ایم کیو ایم اور سپاہ صحابہؓ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے اور اگرچہ برطانیہ میں بھی حزب التحریر کی قیادت عربوں کے ہاتھ میں ہے تاہم اس میں برصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کی کثرت اور ان کے جوش و جذبہ کی کیفیت حیران کن ہے۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ حزب التحریر کے طریقہ کار اور پاکستان میں ہمارے لائحہ عمل میں کئی قابلِ ذکر اختلافات ہیں جن کی تفصیل وہ اپنے اگلے خطاب جمعہ میں بیان کریں گے تاہم بنیادی مقصد یعنی احیائے خلافت میں ہمارا ان سے تعاون رہے گا کیونکہ روائتی اسلام میں تو تبلیغی جماعت کی شکل میں برصغیر کے مسلمانوں کو عربوں پر سبقت پہلے ہی حاصل ہے' احیائی اور انقلابی اسلام کی پیش رفت میں بھی اصل فکری رہنمائی علامہ اقبال' حزب اللہ والے مولانا آزاد اور مولانا مودودی مرحوم نے دی تھی جس کی امانت کا بار نہ جماعت اسلامی اٹھا سکی ہے اور نہ اخوان المسلمون اس کی تاب لا سکی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے دعویٰ کیا کہ اس فکر کی وراثت اب خود ان کو اور ان کی تنظیم اسلامی کو منتقل ہو چکی ہے۔ تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اگر انقلابی فکر کی حامل کوئی تحریک تیس چالیس برسوں میں کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکے تو اس پر بڑھاپا طاری ہو جاتا ہے اور وہ مفاہمت اور مصالحت پر آمادہ ہو جاتی ہے جیسے اخوان المسلمون نے مصر اور دوسرے عرب ممالک میں کیا اور پاکستان میں جماعت اسلامی کرتی نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ حزب التحریر کی اس عظیم الشان اور تہلکہ خیز کانفرنس سے اسلام کی احیائی تحریکوں کو ایک بہت زوردار موقع ملا ہے کہ مغرب کو اپنی موجودگی کا احساس دلا سکیں۔ خود ان کی تنظیم

اسلامی کی کر کر بھی بی بی سی اور سی این این جیسے نشریاتی اداروں کی زبان پر آگیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ویمبلے ارینا جہاں یہ کانفرنس منعقد ہوئی' یہودیوں کی ملکیت ہے جنہوں نے اس کا ایک دن کا کرایہ ۳۶ ہزار پاؤنڈ وصول کیا لیکن وہی اس سے سب سے زیادہ خائف بھی تھے یہاں تک کہ اسرائیل سے موساد کے ماہرین تک کو بلا لیا گیا تھا کہ یہودیوں کی املاک اور صیہونی اداروں کی سلامتی کے انتظامات کی دیکھ بھال کر سکیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اس تفصیل میں یہودیوں کی فطرت کے مطالعہ کا دلچسپ مواد موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہودیوں کے علاوہ یورپی حکومتوں اور بالخصوص فرانس کا شدید دباؤ تھا کہ برطانوی حکومت اس کانفرنس کی اجازت نہ دے کیونکہ فرانس اپنی سابقہ نوآبادی الجزائر میں اسلامی احیائی تحریک کے اثرات کی زد میں ہے۔ فرانس میں آباد الجزائری اس کے لئے ایک مسئلہ بن گئے ہیں اور الجزائر میں فرانس کے مفادات کے علاوہ وہاں کام کرنے والے فرانسیسیوں کی جانوں کو بھی خطرہ لاحق رہتا ہے۔ تاہم کانفرنس کے منتظمین نے جوش و جذبہ کی بے انتہا فراوانی کے ساتھ مثالی نظم و ضبط کا مظاہرہ کر کے خود مغربی ذرائع ابلاغ کو حیران و پریشان کر دیا ہے۔

بقیہ : عالمی خلافت کانفرنس

مدد نہیں لی گئی کیونکہ ایران اور سعودی عرب یا کوئی اور ملک وہ خلافت کے نظام سے خوفزدہ ہیں اور اکثر ممالک میں ان کی جماعت پر پابندی عائد ہے۔ انہوں نے بریننٹ کونسل پر سخت تنقید کی اور کہا' کونسل کے سربراہ نے حزب التحریر سے ملاقات کئے بغیر کانفرنس منسوخ کرنے کی سفارش کی تھی حالانکہ یہودیوں کی اکثریت کو کانفرنس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ انہوں نے بتایا کہ سعودی عرب کے نمائندے نے اس لئے شرکت نہیں کی کہ انہیں قتل کرنے کی دھمکی دی گئی تھی۔OO

انہوں نے کہا کہ ۱۴/اگست راگ اور مجرے کا دن نہیں ہے بلکہ ایک قوم کے محاسبے کا دن ہے۔

بعد ازاں ریلی شہر کے عین وسط میں گھنٹہ گھر پہنچی۔ یہاں پہنچ کر تمام شرکاء گھنٹہ گھر کے ارد گرد ایک دائرہ کی شکل میں پانچ منٹ کے لئے خاموش کھڑے رہے تاکہ آٹھوں بازاروں میں موجود لوگوں کو ریلی کی طرف متوجہ کیا جائے۔ ناظم حلقہ تنظیم اسلامی پنجاب غربی میاں محمد رشید عمر صاحب دین کی چھت پر چڑھ کر عوام سے مخاطب ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ آج ہماری غیرت و حمیت کہاں سوگئی ہے کہ تقریباً نصف صدی گزرنے کے باوجود ہم پر انگریز اور یہود کا نظام مسلط ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات میں ہم نیو ورلڈ آرڈر کے شکنجہ میں جکڑے جاچکے ہیں۔ پہلے برصغیر کی حالت یہ تھی کہ دولت برطانیہ اپنے افسران ہم پر حکومت کے لئے بھیجتی تھی لیکن اب ہمارے تنزل کی حالت یہ ہے کہ ہمارے حکمران وہاں جاکر ان سے ہدایات لے کر آتے ہیں۔ ہماری صنعت و تجارت اور مواصلات ان کے بتائے ہوئے رہنما اصولوں پر چلتی ہے۔ ہماری معاشرت پر ان کا غلبہ ہے' تہذیب و ثقافت ان کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ ہمارے بزرگوں نے انگریزوں کو نکال باہر کیا تھا۔ ہمیں اس وقت ان کالے انگریزوں سے نجات حاصل کرنا ہے۔ حقیقت میں یہ وہ دور ہے کہ ہم امریکی انگریزوں اور یہودیوں کی بالواسطہ غلامی سے نکلنے کے لئے جہاد عظیم میں لگ جائیں۔ اس غلامی کے بعد ہی صحیح آزادی کا سورج طلوع ہوگا۔ محترم محمد رشید عمر نے اپنے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ حضرات میں آپ کو اس سازش سے بھی خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ جس کے تحت ہمارا صاحب اقتدار طبقہ اس ناعاقبت اندیش فرقہ پرست دینی قیادت کو استعمال کر رہا ہے' جنہیں خود دین کے جملہ فرائض کا شعور حاصل نہیں ہے۔ پس پردہ رہ کر ان کو دین کے نام پر ایسی حرکات کے لئے اکسایا جارہا ہے' جس کی وجہ سے عوام الناس میں دین بیزاری پیدا ہو۔ الیکشن میں حصہ لینے والی مذہبی جماعتیں بھی جب دینی اخلاق کو پامال کرتے ہوئے انتخابات میں حصہ لیتی ہیں تو دین کے لئے مزید نفرت کا سبب بنتی ہیں۔ ان دونوں حالتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سیکولرازم نافذ کرنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے۔ سیکولرازم کھلم کھلا نیو ورلڈ آرڈر کے سامنے سجدہ ریز ہے اور دراصل اس کی آڑ میں اسلامی اور انقلابی قوتوں کے خلاف اعلان جنگ ہے۔

محترم رشید عمر صاحب نے کہا کہ ہم عوام الناس کو اس گھناؤنی سازش سے خبردار کرتے ہوئے اسوہ رسول ﷺ کی پیروی میں کتاب اللہ کی طرف رجوع کی دعوت دیتے ہیں۔ ۱۴/اگست کا دن ہم سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں کہ اس وقت سے لے کر آج تک ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا ہے۔ استحکام پاکستان کے لئے کچھ کیا ہے یا بقیہ حصہ کو بھی تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ۱۴/اگست کے نام پر دیے گئے کلچرل شو' راگ رنگ اور مجرے کی محفلیں ہماری قومی سلامتی کے لئے کچھ بھی پیش نہیں کرتیں بلکہ اللہ کے عذاب کو بھڑکانے والی حرکات ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے اجتماعی توبہ کی جائے اور "لاالہ الااللہ" کے تقاضوں کو عملی طور پر نافذ کرنے کی کوشش کی جائے۔ محترم رشید عمر صاحب نے اپنے خطاب میں تحریک خلافت اور تنظیم اسلامی کے پیغام کو سمویا اور حاضرین کو اس قافلہ میں شرکت کی دعوت دی۔

اس کے ساتھ ہی یہ ریلی انتہائی کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں غلبہ دین حق کے لئے تن من دھن قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری سعی و جہد کو شرف قبول عطا فرمائے۔○○

یارب ان بچوں کو شاہین بنادے!

پشاور سے ایک طالب علم کا خط

جس کے ساتھ نیو ورلڈ آرڈر کے عنوان سے ایک خاکہ موصول ہوا' خاکہ تو فنی وجوہ کی بنا پر شائع نہیں ہو سکتا۔ (وہ ہلکی پنسل سے بنا ہوا ہے' جس کی فوٹو کاپی کے ذریعے ٹریسنگ یا پازیٹو فلم بنوانا ممکن نہیں۔) ان کا خط اس درخواست کے ساتھ شائع کر رہے ہیں کہ "ندائے خلافت" کے قارئین بھی اپنی کچھ دلچسپی کا اظہار تو کریں۔۔۔ (ادارہ)

☆ ☆ ☆

بعد از سلام عرض ہے کہ میں ایک طالب علم اور خلافت کا معاون ہوں۔ پچھلے دنوں میں نے ماہنامہ میثاق مئی کا شمارہ پڑھا۔ اس شمارے میں ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک لیکچر شائع ہوا جو نیو ورلڈ آرڈر کے بارے میں تھا۔ مجھے یہ لیکچر پسند آیا سوچا کیوں نہ اس بیان کو جو ڈاکٹر صاحب نے تمثیلی طور پر پیش کیا ہے' ایک ڈایاگرام کی صورت میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ اس خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے نیو ورلڈ آرڈر کی حقیقت کو ایک خاکے کی صورت میں بنایا ہے۔ اسے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں تاکہ آپ اسے ندائے خلافت میں شائع کریں۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ ضرور میری اس چھوٹی سی کوشش کو قارئین تک پہنچائیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس ڈایاگرام کو پسند کریں گے۔ والسلام۔ فقط

سرفراز احمد ۔ شیر لاج پشاور

ایک گستاخی اور اس پر گرفت

جماعت اسلامی کے نائب امیر' جناب عبدالغفور احمد صاحب کے ایک ارشاد اور معاصر ہفت روزہ "تکبیر" کی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب پر نوازشات پر رد عمل کے اظہار میں ہمارے ایک رفیق اور مستقل قلمی معاون کی مختصر تحریر میں "بھائی غفورے" کے سے انداز تخاطب پر ہمیں "تکبیر" کے ادارتی معاون جناب فاروق عادل کا ایک ذاتی مراسلہ موصول ہوا ہے۔ سب سے پہلے تو فاروق عادل صاحب کو یہ بتانا ضروری ہے کہ اس سلسلے میں ان سے بھی زیادہ کڑی گرفت ہم پر خود اپنے اکابرین کی طرف سے ہوئی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے بارے میں تو یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ طویل سفر سے واپسی کے بعد مقامی مصروفیات میں سے وہ "ندائے خلافت" کو پڑھنے کے لئے تاحال وقت نہیں نکال سکے' ہمارے محترم بزرگ جنرل (ر) ایم ایچ انصاری صاحب کی طرف سے تحریری سرزنش موصول ہو چکی ہے جو تحریک خلافت پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور یوں ہمارے "باس" ہیں۔ اس تسامح پر ہم معذرت چاہتے ہیں کیونکہ لیپا پوتی کی عادت نہیں تاہم وہ پس منظر ضرور کچھ وضاحت چاہتا ہے جس میں یہ تحریر لکھی گئی اور جوں کی توں ہمارے ہاں شائع بھی ہوگئی۔ اس شمارے میں تو گنجائش نہیں' ان شاء اللہ اگلے پرچے میں کچھ عرض کیا جائے گا۔ (مدیر)

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36-K, Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

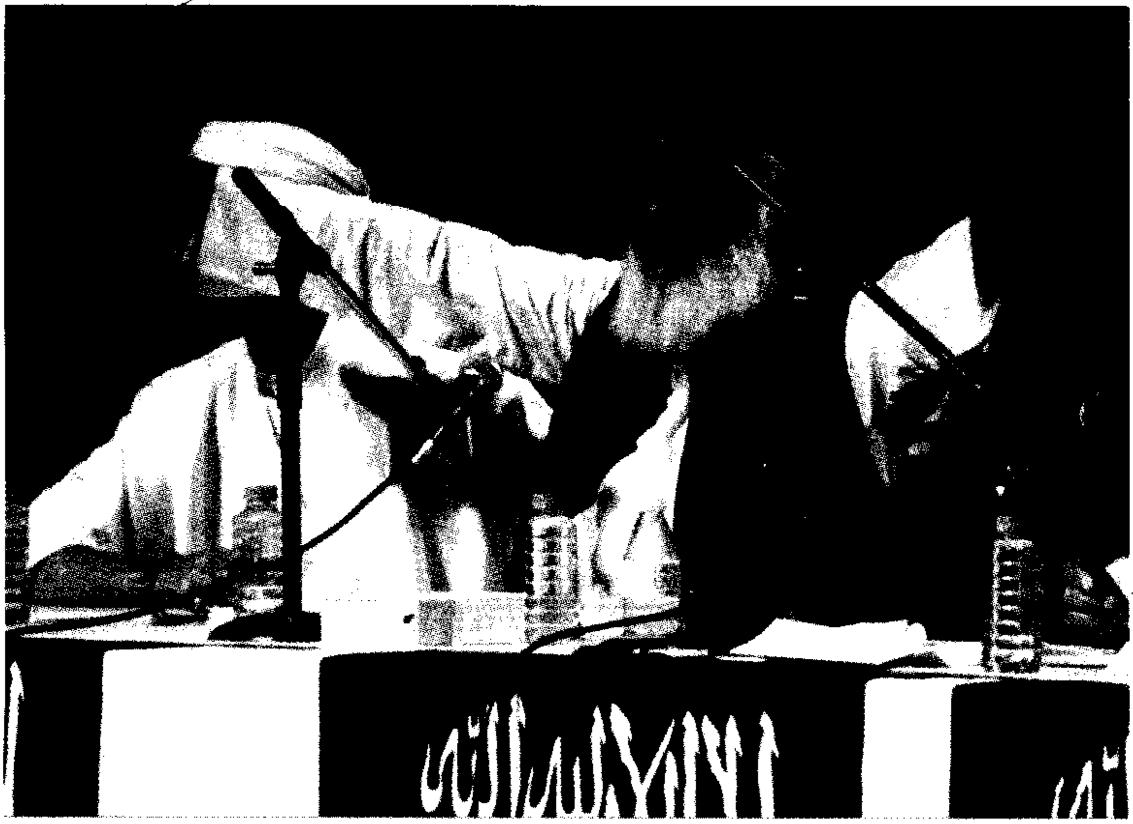

داعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد عالمی خلافت کانفرنس لندن میں تقریر کرتے ہوئے

پریس ریلیز

حزبُ التحریر کی تنظیم برطانیہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہی ہے

ان نوجوانوں کا جوش و جذبۂ عمل اور خلوص قابلِ رشک ہے' دین سے وابستگی بھی گہری ہے

لاہور۔ ۱۹ / اگست: ۔ لندن میں ۷ / اگست کو منعقد ہونے والی عالمی خلافت کانفرنس نے خلافت کے نام کو بین الاقوامی سطح پر اچھال دیا جو ایک ٹھیٹھ اسلامی اصطلاح ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں اجتماع جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے بتایا کہ امریکہ میں اپنی جماعت تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام نیو جرسی کے مقام ٹی نیک پر ایک تربیت گاہ میں انہوں نے قرآن مجید کے ایک منتخب نصاب کا درس انگریزی زبان میں دیا اور ریکارڈ کرایا ہے تاکہ اردو زبان نہ سمجھنے والے مسلمان اور برصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی بھی وہ نسل استفادہ کر سکے جس کی اٹھان دیار غیر میں ہوئی ہے۔ واپسی پر انہیں حزب التحریر کی خصوصی دعوت پر عالمی خلافت کانفرنس میں شرکت کے علاوہ اپنی تنظیمی سرگرمیوں کے لئے بھی لندن میں قیام کرنا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ سعودی عرب کے زیر اثر احباب نے انہیں مجوزہ کانفرنس میں شریک نہ ہونے کا مشورہ دیا تھا کیونکہ ان کے خیال میں حزب التحریر سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کے عقائد درست نہیں تاہم امریکہ کے اپنے پچھلے دوروں میں ان کا رابطہ عرب نوجوانوں کی اس تنظیم سے ہو چکا تھا جن کے عقائد میں کوئی بڑی کجی نظر نہ آئی علاوہ ازیں وہ چونکہ وعدہ بھی کر چکے تھے لہٰذا کانفرنس سے غیر حاضری کا کوئی جواز نہ رہا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے بتایا کہ عالمی ذرائع ابلاغ اس کانفرنس کو برطانیہ کی تاریخ میں مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع قرار دیا اور اس کی خبروں کی تشہیر کے علاوہ اس پر اپنے رد عمل کا بھی بھرپور مظاہرہ کیا جبکہ تبلیغی جماعت اس سے کہیں بڑے اجتماعات برطانیہ میں کر چکی ہے لیکن بے ضرر ہونے کے باعث وہ نظر انداز ہوتے رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کانفرنس کی روح رواں حزب التحریر بنیادی طور پر

(باقی صفحہ ۲۶ پر)